عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۲۷ محرم تا ۵ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۳۸

تعلیم کے بعض اہم شعبے

قادیانیت ایک سیاسی تحریک

حقائق — دلائل — مشاہدات

یکساں نظامِ تعلیم

چند قابلِ غور پہلو

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

مشروط طلاق میں رجوع کا حق

س:...... میں نے موبائل میسج پر اپنی بیوی کو مشروط الفاظ کہے کہ: ''اگر آج آ سکو تو آ جانا ورنہ تم میرے لئے حرام'' یہ میسج میں نے اس وجہ سے کہ شاید اُس نے نہ پڑھا ہو دو مرتبہ اور بھیجا، لیکن پھر بھی جواب نہ آیا، تاریخ تبدیل ہونے سے پہلے میری بیوی کی طرف سے کسی عورت نے صفائی اور صلح کے لئے فون کیا اور کہا کہ تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی، اگر تم کہو تو تمہاری بیوی تمہارے پاس دس منٹ کے لئے آ کر شرط پوری کر دے، پھر چلی جائے باقی معاملہ بعد میں دیکھ لیں گے، میں نے کہا کہ صباء آئے گی گھر تو آ جائے لیکن پہلے جیسی بات نہیں ہے، لیکن پھر بھی میں نے شرط توڑ دی، فون بند ہونے کے تھوڑی دیر بعد میرے دل میں خیال ہوا کہ شاید میری بیوی اور بچہ ابھی آ جائیں کوئی صورت نکل آئے لیکن وہ جب نہیں آئی تو میں نے سوچا اور میسج کیا کہ: ''اگر صباء دو بجے گھر نہیں آئی تو میری طرف سے طلاق'' لیکن دل کا ارادہ ایک طلاق کا تھا کہ شاید طلاق کا نام اس پر اثر کر جائے۔ جناب مفتی صاحب! اس صورت حال میں شرعی مسئلہ بتا کر مشکور فرمائیں۔

ج:...... واضح رہے کہ سائل نے مذکورہ سوال میں دو دفعہ الگ الگ موقع پر اپنی بیوی کو مشروط طلاق دی ہے۔ پہلی دفعہ ان الفاظ سے کہ: ''اگر آج آ سکو تو آ جانا ورنہ تم میرے لئے حرام'' چنانچہ شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے، جبکہ دوسری دفعہ کے الفاظ یہ تھے کہ: ''اگر صباء ابھی دو بجے گھر نہیں آئی تو میری طرف سے طلاق'' اور یہاں بھی بیوی نے شرط پوری نہیں کی، جس کی وجہ سے مزید ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، لہٰذا مجموعی طور پر دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہوگی، جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے اور اگر میاں دوبارہ رجوع کرنا چاہے تو دوران عدت اور بعد از عدت دونوں صورتوں میں تجدید نکاح اور تجدید مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اللباب میں ہے:

''وان کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان یتزوجها فی عدتها وبعد انقضاء عدتها لان حل المحلیة باق.'' (اللباب فی شرح الکتاب، ص:۲/۱۸۳، کتاب الرجعة)

(وفی الفتاویٰ الشامیه)

قال لأمرته: انت علی حرام، ونحو ذلک کانت معی فی الحرام..... تطلیقة بائنة ان نوی الطلاق، وثلاث ان نواها، ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه لغلبة العرف. (ردالمحتار علی الدرالمختار، ص:۳/۲۳۳، کتاب الطلاق طبع سعید)

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ

ختمِ نبوّۃ

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۷ ۲۷ محرم الحرام تا ۵ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ تا ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۸ء شمارہ: ۳۸

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

قادیانیت ایک سیاسی تحریک	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
یکساں نصاب تعلیم... چند قابل غور پہلو	۱۱	مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
مولانا شجاع آبادی کے تبلیغی اسفار	۱۳	ادارہ
تعلیم کے بعض اہم شعبے	۱۷	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
دعا کی ایک کیفیت اجمال	۲۵	مولانا عبداللہ عباس ندوی
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۳۸)	۲۷	مولانا فضل محمد یوسف زئی

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۷۸۳۴۸۶-۰۶۱
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

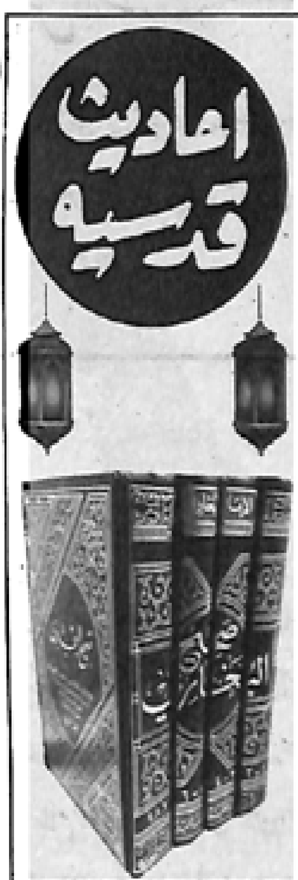

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلویؒ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر

حدیث قدسی ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس ملک الموت آئے اور کہا: اپنے رب کا حکم قبول کرو یعنی جان میرے حوالے کیجئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر ایک طمانچہ مارا اور آنکھ کو پھوڑ دیا، حضرت ملک الموت واپس گئے اور حضرت حق سے عرض کیا: آپ نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا اور اس نے میری آنکھ پھوڑ ڈالی، اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ کو لوٹا دیا اور فرمایا: میرے بندے کے پاس پھر جاؤ اور ان سے کہو: کیا تم زندہ رہنا چاہتے ہو، اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو ایک بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دو، تمہارے ہاتھ کے نیچے جس قدر بال آ جائیں گے اتنے سال تک تم اور زندہ رہو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ ملک الموت نے کہا: پھر مرو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پس میں نے ابھی موت اختیار کرلی، اے میرے رب! مجھ کو بیت المقدس سے ایک پتھر پھینکنے کی مقدار قریب کردے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھا دیتا جو راستے سے ایک طرف کو سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ (بخاری)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ تو مشہور ہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً ملک الموت انسانی شکل میں ان کے پاس آئے اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ یہ ملک الموت ہیں، اس لئے انہوں نے ایک طمانچہ ماردیا۔ آنکھ کو لوٹا دیا یعنی جو آنکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طمانچہ سے پھوٹی تھی وہ صحیح ہوگئی؟ پتھر پھینکنے کی مقدار سے فاصلہ بتایا کہ ایک آدمی پتھر پھینکے تو جتنی دور وہ پتھر جا کر پڑے، اتنے ہی فاصلہ پر پہنچا دیجئے۔

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتہم

جماعت کی نماز میں شامل ہونے کے طریقے

گزشتہ سے پیوستہ:

یہ دوسری رکعت کا آغاز ہوتا ہے جس میں امام صاحب اور مقتدیوں سمیت کوئی بھی ثناء نہیں پڑھتا، کیونکہ ثناء کا پڑھنا شریعت نے پہلی رکعت میں بتلایا ہے پس تمام مقتدی تو پہلی رکعت کی طرح خاموشی سے کھڑے رہتے ہیں اور امام صاحب خاموشی سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور قرآن کے کسی حصے کی تلاوت کرتے ہیں پہلی رکعت کی طرح سری نمازوں میں آہستہ اور جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کی تکمیل پر "اللّٰہ اکبر" کہتے ہوئے رکوع میں جاتے ہیں اور تمام نمازی قیام کے بعد امام کی اقتدأ کرتے ہوئے رکوع میں شامل ہوجاتے ہیں اور تمام لوگ رکوع کی تسبیح پڑھتے ہیں پھر پہلی رکعت کی طرح رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، امام صاحب بلند آواز سے "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور اس کے مقتدی "ربنا لک الحمد" پڑھتے ہیں، پھر اسی ترتیب سے دونوں سجدے کئے جاتے ہیں جن میں مقتدی بھی امام صاحب کی اقتدأ میں ان سجدوں میں تسبیح پڑھتے ہیں ان دونوں سجدوں کی تکمیل پر نماز کی دو رکعتیں مکمل ہوجاتی ہیں اور امام صاحب "اللّٰہ اکبر" کہتے ہوئے جلسے کے انداز میں سیدھے بیٹھتے ہیں، اس سیدھے بیٹھنے کو اگر دو رکعت والی نماز ہے تو قعدہ اخیرہ کہا جاتا ہے، جس میں امام صاحب اور تمام مقتدی حضرات پوری التحیات، درود شریف اور دعا پڑھتے ہیں، امام صاحب اس کی تکمیل پر "السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ" کہتے ہوئے امام صاحب سیدھی طرف گردن گھماتے ہیں اور مقتدی بھی ان کی اقتدأ میں سیدھی طرف گردن گھماتے ہیں اور اگر یہ نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو یہ دو رکعات کے بعد والا قعدہ، قعدہ اولیٰ کہلاتا ہے اس قعدہ اولیٰ میں امام صاحب سمیت تمام مقتدی بھی صرف التحیات پڑھتے ہیں التحیات کی تکمیل پر اللہ اکبر کہتے ہوئے امام صاحب تیسری رکعت کے لئے سیدھے کھڑے ہوجاتے اور ان کے پیچھے تمام مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

قادیانیت ایک سیاسی تحریک!

حقائق، دلائل اور مشاہدات

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

قادیانی قیام پاکستان کی تحریک کے آغاز سے ہی اس کے مخالف رہے۔ مرزا غلام احمد نے مسلم لیگ کی ابتدائی تاسیس کو صرف اس وجہ سے ناپسند کیا کہ آگے چل کر یہ جماعت انگریز کی مخالفت کرسکتی ہے، اور انگریز کی مخالفت انہیں بالکل برداشت نہیں تھی، اس لئے کہ قادیانی' انگریز کے ساتھ گٹھ جوڑ کر چکے تھے، بلکہ انگریز نے ان کو تیار ہی اپنے مقاصد کے لئے کیا تھا، جیسا کہ مرزا غلام احمد نے لکھا:

''میں اپنے کام کو نہ تو مکہ میں رہ کر جاری رکھ سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ ایران میں اور نہ کابل میں رہ کر، میں تو ہندوستان میں انگریزی راج کے دوام کا دعا گو ہوں۔'' (مرزا غلام احمد تبلیغ رسالت، جلد ششم، ص:۹۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور مرزائیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے کہا تھا کہ: ''فی الواقع گورنمنٹ برطانیہ ایک ڈھال ہے، جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جارہی ہے۔ اس ڈھال کو ذرا ایک طرف کردو اور دیکھو کہ زہریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ پس کیوں کہ اس گورنمنٹ کی تباہی ہماری تباہی ہے اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی۔'' (الفضل، ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنی جماعت کے لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ:

''سلسلہ احمدیہ کا جو تعلق گورنمنٹ برطانیہ سے ہے، وہ باقی تمام جماعتوں سے زائد ہے۔ ہمارے حالات اسی قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہوگئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے اور اس کو خدانخواستہ کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمے سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔'' (خلیفہ قادیان کا اعلان، اخبار الفضل، ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں کشمیر کمیٹی کے جنرل سیکرٹری اور خلیفہ قادیان مرزا محمود اس کمیٹی کے صدر تھے، بعد میں علامہ اقبالؒ نے اس کمیٹی سے یہ کہہ کر استعفیٰ دیا کہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ ہر قادیانی اولین طور پر اپنے خلیفہ کا وفادار ہے اور دوسرے کسی شخص یا مقصد کا وفادار نہیں ہوسکتا۔

کشمیر کمیٹی کے خاتمے کے بعد قادیانیوں نے ایک ادارہ ''تحریک کشمیر'' کے نام سے قائم کرنا چاہا اور علامہ اقبال سے درخواست کی کہ وہ اس کے صدر بنیں تو علامہ اقبال صاحب نے انکار کردیا، اس کی وجہ محمد احمد خاں ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ڈاکٹر صاحب قادیانی تحریک کے سخت مخالف بن چکے تھے، ان کا خیال تھا کہ تحریک کشمیر کے نام سے قادیانی حضرات اپنے عقائد کی نشرو اشاعت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے انہوں نے اس Offer کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔'' (بحوالہ رئیس احمد جعفری: ''اقبال اور سیاست ملی'' صفحہ:۱۸۵)

کشمیر کی آزادی کے لئے جب تحریک چل رہی تھی تو قادیانیوں نے ایک پمفلٹ تقسیم کیا اور اس میں اپنے مرزا غلام احمد قادیانی کی درج ذیل پیشن گوئی لکھی کہ:

’’ریاست جموں وکشمیر ان شاء اللہ آزاد ہوں گی اور اس کی فتح ونصرت احمدیت (یعنی قادیانیت) کے ہاتھوں ہوگی۔‘‘

(پیش گوئی مصلح دوم،یعنی خلیفہ دوم قادیانی جماعت)

ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قادیانیت کا خمیر سیاست سے اٹھا،مرزا غلام احمد قادیانی سوفی صد دنیادار،سیاست باز اور اقتدار کا حریص تھا۔ان کے دادا اور خاندان نے جنگ آزادی میں مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا،ان کی جانی ومالی امداد کی۔انگریزوں کی رضا طلبی اور خوشنودی کے لئے جہاد کو منسوخ کرنے کا کھیل کھیلا،دنیا بھر کے مسلمانوں کو انگریز کا غلام بنانے کی کوششوں میں رات دن ایک کیا۔اپنے خاندان اور اپنے ماننے والوں کو انگریز سے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے جاسوسوں کا ٹولہ بنا کر رکھ دیا اور انگریز کے لئے مسلمانوں کی جاسوسی اور مخبری کو اپنے فرائض منصبی میں شامل کیا۔تحریک کشمیر میں انہوں نے غداری کی،پاکستان بنتے وقت اپنے گاؤں قادیان کو ویٹی کن سٹی جیسی حیثیت دلوانے کی کوشش کی،پاکستان بن جانے کے بعد ان کے خلیفہ نے اکھنڈ بھارت کا راگ الاپا۔۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنے میں انگریزی فوج کی مدد گھوڑوں اور سپاہیوں سے کی۔برصغیر ہندو بیرون ہند مسلمانوں کو انگریز کا غلام بنانے کی کوشش میں رات دن کام کیا۔یہی نہیں،مرزا غلام احمد کا دائرہ انگریز کی سرپرستی سے جوں جوں وسیع ہوتا گیا،اسی نسبت سے اسلامیانِ عالم کے خلاف ان کی سرگرمیاں بڑھتی گئیں۔افغانستان میں،انگریزوں کے لئے جاسوسی اور مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو ختم کرنے کے جرم کی پاداش میں دو قادیانیوں پر مقدمہ چلا اور ثبوت جرم کے بعد انہیں سنگسار کیا گیا اور بقول مرزا محمود آنجہانی کے بہت سے ممالک میں قادیانی امت انگریزوں کے جاسوس کی حیثیت سے معروف ہوئی۔

قادیانی ابتداء ہی سے اسی بنا پر پاکستان کی تحریک کے خلاف تھے،کیونکہ ان کے لئے مسلم اقتدار کی بہ نسبت غیر مسلم اقتدار زیادہ سازگار ہوسکتا تھا۔

چرچ آف انگلینڈ کے ایک نمائندہ نے افریقہ میں قادیانی مشن کی سرگرمیوں پر ۱۹۶۶ء میں ایک کتاب لکھی،جس میں اس فرقے کا تجزیہ کیا۔اس نے لکھا:میں نے انگلینڈ واپس آکر وزارت خارجہ سے تذکرہ کیا کہ جہاں تہاں برطانوی اقتدار رہا یا اب جن علاقوں میں نامسلمان حکومت قائم ہے،وہاں قادیانی مشن عیسائیت کے خلاف شد ومد سے پراپیگنڈہ کرتے اور حضرت مسیح کی توہین کرتے ہیں،آخر انہیں برطانوی سرپرستی کیوں حاصل ہے؟وزارت نے کوئی جواب نہ دیا۔کچھ کہا تو یہ کہ آپ ان کا چرچ کی سطح پر مقابلہ کیجیے۔ہماری (برطانوی حکومت کی) سیاسی ضرورتیں مختلف ہیں۔

(تحریک ختم نبوت،ص:۲۰،از شورش کاشمیری)

ایک قادیانی مبلغ محمد امین کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو:

’’اوسیہ (روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا،لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش گورنمنٹ کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں،اس لئے جہاں میں اس سلسلے کی تبلیغ کرتا،وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنی پڑتی تھی۔‘‘(اخبار ’’الفضل‘‘ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء)

پھر قادیانی یہ بھی چاہتے تھے کہ اگر ہندوستان کو بالآخر آزاد ہی ہونا ہو تو انگریز اقتدار کے سہارے وہ فوج اور سول کے کلیدی مناصب پر قابض ہو جائیں اور معاشرتی ومعاشی نظام میں اپنی جڑیں اتنی مضبوط کرلیں کہ بعد کی آزاد حکومتوں میں وہ اپنی تحریک کو بے خطر پھیلا سکیں۔ان کی اپنی حکومت کے قیام کی خواہش مرزا بشیر الدین محمود کے اس خطبہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے:

’’ہماری حکومت نہیں ہے کہ ہم قوت سے لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر اور مسولینی کی طرح اور جو ہماری بات نہ سنیں یا نہ مانیں،انہیں عبرت ناک سزا دے سکیں۔اگر ہمارے پاس حکومت ہوتی تو ہم یہ نتائج ایک دن میں حاصل کر سکتے تھے۔‘‘(الفضل،۲جون ۱۹۳۴ء)

اسی مرزا بشیر الدین محمود نے کہا کہ:

’’بے شک قادیان ہمارا مذہبی مرکز ہے،لیکن اس وقت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قوت اور ہمارے وقار کا مرکز کون سے مقام پر قائم ہوگا،یہ مرکز ہندوستان کے کسی بھی شہر میں قائم ہوسکتا ہے۔‘‘(الفضل،۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء)

پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۵۱ء میں مرزا بشیر الدین مسلمانوں کو یوں دھمکاتا ہے کہ:

وہ وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ (مسلمان) مجرموں کی حیثیت میں ہمارے سامنے پیش ہوں گے۔‘‘ (دسمبر ۱۹۵۱ء، سالانہ کانفرنس ربوہ)

اور کبھی اپنے چیلوں کو یوں حکم کرتا ہے کہ:

’’۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے، جب تک احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہوکر احمدیت کی آغوش میں آگرے۔‘‘ (الفضل، ۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء)

اور جو کبھی اپنے چیلوں کو یوں تلقین کرتا ہے:

۳:- ’’جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں، ان سے جماعت پوری طرح کام نہیں لے سکتی، مثلاً موٹے موٹے محکموں میں سے فوج ہے، فنانس ہے، پولیس ہے، ایڈمنسٹریشن ہے، ریلوے ہے، اکاؤنٹس ہے، کسٹمز ہے، انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں، جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کراسکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں، دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہیں اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھاسکتے، کیونکہ باقی محکمے خالی پڑے ہیں، بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکر کرائیں، لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے کہ جس سے جماعت فائدہ اٹھاسکے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جائیں کہ ہر صیغہ میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔‘‘ (خطبہ مرزا محمود، مندرجہ ’’الفضل‘‘ ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

تحریک پاکستان کے دوران قادیان، مسلم لیگ کے خلاف سازشوں کا مرکز بنا رہا۔ ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں قادیانیوں نے جہاں بس چلا مسلم لیگ کے امیدوار کے بالمقابل اپنا نمائندہ کھڑا کیا۔ لیکن چونکہ قادیانیت کا تانا بانا جاسوسی، نفاق اور وقتی مصلحتوں سے بنایا گیا ہے، اس لئے قادیانیوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلم لیگ کامیاب ہورہی ہے تو اپنے افراد مسلم لیگ میں چھوڑ دیئے۔ اس سے قبل ’’تحریک کشمیر‘‘ میں مرزا محمود سازش کا ایک بہت بڑا کھیل کھیل چکے تھے اور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ’’کشمیر کمیٹی‘‘ کے ایک قائد کی حیثیت سے قادیانیوں کے نفاق اور مسلم دشمنی کا مشاہدہ کرکے قادیانیوں کے خلاف صف آراء ہوچکے تھے۔ بایں ہمہ سر ظفر اللہ مسلم لیگ کی جانب سے باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش ہوئے، مگر بقول جسٹس منیر یہ بات انتہائی تعجب کا باعث ہوئی کہ سر ظفر اللہ تو مسلم لیگ کا کیس پیش کررہے ہیں، مگر قادیانیوں کا وکیل، قادیانیوں کا میمورنڈم بغل میں دبائے باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش ہوا، جس کے نتیجہ میں پٹھان کوٹ کا ضلع پاکستان سے کٹا، اسی باعث کشمیر کا مسئلہ الجھا اور انگریز، ہندو و قادیانی سازش کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ: وہ بلوچستان کو ایک قادیانی صوبہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ پورے پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے وہ ایک Base کے طور پر کام آئے۔ یہ خطبہ ’’الفضل‘‘ میں اس طرح شائع ہوا:

’’برٹش بلوچستان جو اب پاک بلوچستان ہے، کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے، مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملالیا جائے تو اس کی آبادی ۱۱ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے، لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اگر اس طرف پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ یاد رکھو! تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی، جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو۔ پہلے بیس مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے، پس پہلے Base مضبوط کرلو، کسی نہ کسی جگہ اپنی Base بنالو، اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہوجائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔‘‘ (الفضل، ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء)

منیر انکوائری کمیشن رپورٹ میں درج ہے کہ: جب افق پر ملک کی تقسیم کے ذریعے مسلمانوں کے لئے جداگانہ وطن کے قیام کے مدہم سے امکانات ظاہر ہونے شروع ہوئے تو احمدیوں کو آنے والے واقعات سے تشویش ہوئی۔ ان کی ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے اوائل تک کی بعض تحریروں میں انگریزوں کے جانشین بننے کی توقعات کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ان کی بعض تحریروں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تقسیم کے خلاف تھے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تقسیم معرض عمل میں آ بھی گئی تو وہ برصغیر کے دوبارہ اتحاد کے لئے جدوجہد کریں گے۔ (منیر رپورٹ ص:۲۹۴)

پاکستان بنتے ہی وائسرائے نے وزارت خارجہ کے لئے سرظفر اللہ قادیانی کا نام زبردستی قائداعظم کو دیا اور ان سے اپنے مقاصد یوں حاصل کئے، جیسا کہ ایک دردمند صحافی نے کالم سپرد کرتے ہوئے لکھا کہ:

''ہمارے وزیر خارجہ (ظفر اللہ خان) کی خارجہ پالیسی ہر لحاظ سے ناکام ہو چکی ہے۔اس سے بھارت کی سیاسی اہمیت بڑھ چکی ہے اور اس بلاک نے منہ مانگی قیمت دے کر اسے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔'' (روزنامہ''آفاق'' لاہور، ۳۰؍اپریل ۱۹۵۲ء)

ایک فاضل کالم نویس نے روزنامہ''جنگ'' لاہور میں سیاسی تجزیہ کرتے ہوئے ایک مضمون بعنوان ''لیاقت علی روس کا دورہ کیوں نہ کر سکے'' کے تحت لکھا:

''چنانچہ ۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء کو پاکستان میں برطانوی ہائی کمشنر اسرایل گریفری سمتھ نے یہ یادداشت مرتب کی کہ اس کا غالب امکان تھا کہ دعوت دینے میں روس نے پہل کی ہو.... مگر حال ہی میں اس کا ثبوت ملا ہے کہ یہ نظریہ قابل قبول تھا۔لیاقت علی مرحوم روس کا دورہ نہیں کر سکیں گے، اس وقت پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے کراچی میں امریکی سفارت خانے کے ایک استقبالیہ میں یہ بات واضح کر دی تھی، پاکستان اس بات کا منتظر تھا کہ روس اپنا اگلا قدم اٹھائے۔انہوں نے ہمیں مدعو کیا، ہم نے دعوت قبول کر لی۔اب دوسرا قدم اٹھانا روس کی اپنی ذمہ داری ہے، مگر روس نے یہ اگلا قدم نہیں اٹھایا۔'' (روزنامہ''جنگ'' لاہور، بحوالہ''ڈان'' پاک روس تعلقات کا تجزیہ، قسط نمبر:۳، کالم نویس: اقبال احمد صدیقی)

سرظفر اللہ خان قادیانی کے دور میں پاکستان کی خارجہ پالیسی پر قدرت اللہ شہاب رقم طراز ہیں:

''پاکستان میں ہر سطح پر ایسے افسروں کی کمی نہ تھی جو مغربی تہذیب کے ذہنی غلام تھے۔سیاسی آزادی نے ان کے دل اور دماغ کو مغرب پرستی کے احساسِ کمتری سے نجات نہیں دی تھی۔ان کے قلوب اور اذہان پر غلام کے دور کی روایات اور اقدار برف کی سلوں کی طرح جمی ہوئی تھیں اور آزادی کی تپش نے ابھی تک انہیں پگھلایا نہ تھا۔اعلیٰ سطح کے بیشتر افسر برطانوی عہد کے تربیت یافتہ تھے، ان کے کمال کا جوہر بندھی بندھائی پالیسیوں پر عمل کرنے، سکونیاتی جمود کو ثبات دینے اور مروجہ روش کو جوں کا توں برقرار رکھنے میں مضمر تھا۔وہ انگریزی نظام حکومت کے لکیر کے فقیر تھے۔آزادی کے تقاضوں کو نئی پالیسیوں کے سانچے میں ڈھالنا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔تغیرات کے عمل سے وہ ناآشنا تھے۔خاص طور پر بین الاقوامی امور کا انہیں کوئی تجربہ نہ تھا۔ہماری وزارت خارجہ کے بالائی افسر قریباً سب کے سب پرانی آئی-سی-ایس کے ممبر تھے۔اس سروس کی روایات کے مطابق وہ برطانیہ اور امریکہ کے خصوصاً اور مغرب کے عموماً والہ وشیفتہ اور ان کے حریفوں کے ان سے بھی بڑھ چڑھ کر حریف تھے۔وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان بذات خود اس نہلے پر دہلا تھے۔اپنے مزاج کی افتاد، پس منظر، رجحانات، تعصبات اور ٹریننگ کی وجہ سے یہ سب لوگ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو بین الاقوامی تعلقات کے تنے ہوئے رسے پر حقیقت پسندانہ مہارت سے چلانے سے قاصر تھے، چنانچہ روس کا دعوت نامہ کھٹائی میں پڑا رہا اور جب امریکہ نے اپنے دعوت نامہ کا دانہ پھینکا تو ہماری وزارت خارجہ اس پر چیل کی طرح جھپٹی، کیا ہی اچھا ہوتا اگر وزیراعظم روسیوں کی دعوت پر روس کا دورہ کرتے اور امریکیوں کی دعوت موصول ہونے پر امریکہ تشریف لے جاتے۔''

(شہاب نامہ، از قدرت اللہ شہاب، ص:۴۳۶)

قادیانی جماعت پاکستان اور روس کے تعلقات کے حق میں اس لئے بھی نہ تھی کہ روس ایک لادین ملک ہے، جس میں مذہب کے نام پر کوئی مشن یا ادارہ قائم نہیں ہو سکتا۔اس بنیاد پر جماعت احمدیہ کے لئے روس میں کوئی موقع نہ تھا کہ وہ روس میں اپنا مرکز قائم کر سکے یا اپنے مذہب کا پرچار کر سکے۔ظفر اللہ خان نے اسی نظریہ کے پیش نظر پاکستان کو روس کے قریب نہیں جانے دیا۔جناب حسنین احمد نے ایک مضمون میں ظفر اللہ خان کے بھیانک کردار سے پردہ اٹھایا ہے، وہ رقم طراز ہیں:

''پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور اس نظریاتی ملک کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی تھا۔قیام پاکستان کے فوراً بعد روس اور امریکہ کی طرف سے لیاقت علی خان کو ان ممالک کے دورے کی دعوت دی گئی۔روس ہمارا پڑوسی تھا اور اصولی طور پر وقت پڑنے پر انسان پڑوسی سے ہی امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔اسلام بھی حقوق العباد اور پڑوس کو فوقیت دیتا ہے، لیکن ہمارے وزیر خارجہ مسٹر ظفر اللہ جو کہ قادیانی تھا، اسے ملک کے بجائے اپنے فرقے سے زیادہ محبت تھی، اس لئے اس نے روس کو اہمیت نہیں دی، کیونکہ روس لادین ملک ہے اور وہاں اس کے فرقے کا پرچار مشکل تھا۔(امریکہ اور برطانیہ ہر اس فرقے کی حوصلہ

افزائی کرتے ہیں جو دین حنیف کی کسی بھی شاخ سے تعلق رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی امریکہ، برطانیہ میں آغا خانی اسماعیلی، بہائی، قادیانی اور احمدی کو جو اسلام میں دراڑ ڈال سکیں، اہمیت دی جاتی ہے۔ مسٹر ظفر اللہ کا یہ اقدام قومی سوچ نہیں، بلکہ پس پردہ قادیانی سوچ تھی، اور کسی بھی چھوٹے فرقے کا آدمی ملک پر ملک کو قربان کر دیتا ہے) چنانچہ ہم امریکہ کے قریب آ گئے، جبکہ یہ بھی نہ سوچا کہ روس میں ۵ کروڑ مسلمان بستے ہیں اور امریکہ میں کل مسلمان ۳۰ لاکھ ہیں۔

پھر کیا غلط فیصلہ تھا جس کا قوم کو ماضی میں بھی خمیازہ بھگتنا پڑا اور آج بھی بھگت رہی ہے۔ اگر لیاقت علی خان روس کی آشیرباد پہلے حاصل کر لیتے اور دوستانہ تعلقات استوار کر لیتے تو روس، بھارت کا حلیف ہوتا، نہ اس قربت سے ہمارا ملک دولخت ہوتا، کیونکہ امریکہ کی طرف ہمارے جھکاؤ کا نظریہ شرمندۂ تعبیر ہوتا (سقوط ڈھاکہ) اور اس نظریاتی تقسیم پر نکتہ چینی کرنے والوں کو لب کشائی کا موقع نہ ملتا۔''

(''جمہوریت کی تیسری قسم'' عنوان غلط فیصلے کا خمیازہ، آخری قسط، از حسنین احمد صاحب، جمہ میگزین، نوائے وقت، ۲۱ دسمبر ۱۹۹۰ء)

جہاں تک سیکورٹی کونسل میں مسئلہ کشمیر کی وکالت کا تعلق ہے، یہ ہماری قومی و ملی تاریخ کا بڑا المیہ ہے کہ ہمارا نظریاتی دشمن پاکستان کی زندگی اور موت کے مسئلہ میں ہمارا وکیل تھا۔

ہمارے ملک میں کسی سربراہ مملکت کا پہلا قتل اس وقت کے وزیراعظم جناب لیاقت علی خاں کا ہوا اور آج تک اس کے قاتل پر حکومتی سطح پر پردہ ڈالا گیا ہے، اس قتل کے بارہ میں جیمز سالومن کا بیان ہے کہ:

''پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو سید اکبر نے نہیں بلکہ ایک جرمن قادیانی کنزے نے قتل کیا تھا۔ کنزے کی پرورش قادیانی لیڈر سر ظفر اللہ نے کی تھی۔ یہ انکشاف کراچی سے شائع ہونے والے ایک جریدے پاکستان کے سراغرساں جیمز سالومن نے کیا ہے کہ اس جرمن شخص نے عیسائیت ترک کر کے قادیانی مذہب اختیار کیا تھا اور قادیانی گھرانے میں شادی کے بعد وہ پاکستان میں مقیم ہو گیا۔ جیمز سالومن کے مطابق کنزے آج کل مشرقی برلن میں قیام پذیر ہے۔ کنزے سر ظفر اللہ کے بھائی چوہدری عبداللہ کے پاس باقاعدگی سے آیا کرتا تھا، جو اس وقت کراچی میں ایڈیشنل کسٹوڈین تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسے گرفتاری سے پہلے ملک سے باہر بھیج دیا گیا۔ جب کمپنی باغ راولپنڈی میں کنزے نے وزیراعظم لیاقت علی خان کو گولی ماری تو پولیس نے جو پوری طرح ملوث تھی اور وقت کے سازشی سیاست دانوں اور بیوروکریٹس کی ہدایت پر سید اکبر کو گولی ماردی اور پھر سید اکبر ہی قاتل کی حیثیت سے مشہور کر دیا گیا، حالانکہ سید اکبر تو کیموفلاج تھا۔ کنزے نے اس وقت پٹھانوں والا لباس پہن رکھا تھا اور ہماری معلومات کے مطابق وہ وزیراعظم کو قتل کرنے کے بعد سیدھا ربوہ پہنچا اور پھر وہاں سے اسے باہر بھیج دیا گیا۔ کنزے ہمبرگ میں قادیانیوں کے ہتھے چڑھا تھا، جہاں قادیانیوں کی جماعت اسے پاکستان لے آئی اور ربوہ میں تعلیم پاتا رہا۔ جیمز سالومن نے کہا کہ ڈائریکٹر انٹیلی جنس کاظم رضا کی ہدایت پر میں نے جو تفتیش کی، اس میں یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ کنزے ہی اصل قاتل ہے، مگر سعید کاظم رضا اسے گرفتار کرنے سے قاصر رہے۔ میری یہ اوریجنل رپورٹ آج بھی سنٹرل انٹیلی جنس کراچی کے دفتر میں موجود ہے۔'' (روزنامہ جنگ، لاہور، ۹ مارچ ۱۹۸۶ء)

قیام پاکستان کے بعد قادیانی جماعت نے قدم جمانے شروع کئے۔ جیسا کہ چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت کا قلمدان ملا تو مختلف محکموں اور بالخصوص فوج میں قادیانی افسروں کا اثر و رسوخ اتنا بڑھا کہ قادیانی جماعت اقتدار کے خواب دیکھنے لگی۔ بقول راجہ صاحب محمود آباد: قائداعظم محمد علی جناح چوہدری ظفر اللہ خان کے مشکوک کردار سے آگاہ ہو چکے تھے، لیکن اپنی گرتی ہوئی صحت اور گوناگوں ملکی و قومی مسائل کی بنا پر وہ کوئی اقدام اٹھانے سے قاصر تھے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ اور قادیانی سازش

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے پس منظر میں جو حقائق و شواہد منظر عام پر آئے ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنگ پاک فوج میں موجود قادیانی جرنیلوں اور قادیانی جماعت کے راہنماؤں کی تیار کردہ گہری سازش کا نتیجہ تھی۔ قادیانی جماعت کے رہنما اور مسلح افواج کے اعلیٰ عہدوں پر فائز مرزائی جرنیلوں نے اپنے بانی جماعت کی پیش گوئی کے مطابق کشمیر کی فتح کا سہرا اپنے سر باندھنے کے لئے ایک پلان تیار کیا۔ اپنے پیشوا کی پیش گوئی کی عملی تعبیر کے لئے

پورے ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا۔ مرزائی جرنیلوں بالخصوص میجر جنرل اختر حسین قادیانی نے کشمیر پر چڑھائی اور اسے فتح کرنے کے لئے جو پلان تیار کیا اسے ’’جبرالٹر‘‘ کا کوڈ نام دیا گیا۔ صدر ایوب خان کو یقین دلایا گیا کہ کشمیر پر حملہ کرنے کی صورت میں بھارت پاکستان کی بین الاقوامی سرحدوں پر حملہ نہیں کرے گا، گویا جنگ صرف ’’کشمیر‘‘ کے محاذ تک محدود ہوگی، جسے ہم بہ آسانی فتح کرلیں گے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ شروع ہونے سے قبل یورپی ممالک میں رہنے والے قادیانی مبلغین کا ایک خاص کنونشن لندن میں منعقد ہوا، اس کا افتتاح بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خان نے کیا۔ لندن کنونشن میں قادیانی جماعت کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں جماعت احمدیہ کی پالیسی وضع کی گئی۔ اس کنونشن کی خبر پاکستان کے کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی، جسے ہم من وعن پیش کرتے ہیں: جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن، سر ظفر اللہ خان نے افتتاح کیا:

لندن ۱۳ اگست (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے، جس میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں۔ کنونشن کا افتتاح گزشتہ روز ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خان نے کیا۔ یہ کنونشن ۷ اگست تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف ۷۵ ممالک میں اپنے مشن قائم کرلئے ہیں۔ برطانیہ میں جماعت کے ۱۸ مرکز قائم ہوچکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسر اقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے۔ ساہوکار اور سود پر پابندی لگادی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔ (روزنامہ جنگ، راولپنڈی ۱۴ اگست ۱۹۶۵ء، جلد نمبر: ۷، شمارہ نمبر: ۲۰۹ فرسٹ ایڈیشن، چناب ایڈیشن)

۱۹۶۵ء کی جنگ میں سارے ملک میں بلیک آؤٹ ہوتا تھا، لیکن پاکستان کے اندر ایک چھوٹا سا پراسرار شہر ایسا بھی تھا جہاں بلیک آؤٹ کی صریحاً خلاف ورزی ہوتی تھی، وہ شہر قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر (ربوہ) چناب نگر تھا، (ربوہ) چناب نگر کے اندر بلیک آؤٹ کی خلاف ورزی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ (ربوہ) چناب نگر کی یہ روشنیاں بھارتی فضائیہ کے طیاروں کو سرگودھا کے اہم فضائی مرکز کا محل وقوع بتانے کے لئے تھیں۔

جناب قدرت اللہ شہاب مرحوم انکشاف کرتے ہیں کہ: ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ قادیانیوں نے شروع کرائی تھی:

’’ایک بار میں نے نواب آف کالاباغ (سابق گورنر مغربی پاکستان) سے اس جنگ کے متعلق کچھ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: بھائی شہاب! یہ جنگ پاکستان کی جنگ ہرگز نہ تھی، دراصل یہ جنگ اختر ملک (قادیانی) ایم ایم احمد (قادیانی)، بھٹو، عزیز احمد اور نذیر احمد نے شروع کروائی تھی۔‘‘ جب میں نے پوچھا کہ: ’’جنگ شروع کروانے سے ان حضرات کا کیا مقصد تھا؟‘‘ تو نواب صاحب نے جواب دیا: ’’یہ لوگ ایوب خان کو شکنجے میں کس کر اپنی طاقت بڑھانا چاہتے تھے۔ اس عمل میں اگر پاکستان کا ستیاناس ہوتا ہے تو ان کی بلا سے۔‘‘ (شہاب نامہ، ص: ۹۳۲، قدرت اللہ شہاب)

۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارت کے ساتھ معاملات کو طے کرنے میں سہولت کی خاطر (یہ قادیانی جنرل) کیا رول ادا کر رہے تھے ہماری بری فوج کے سابق کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ خان انکشاف کرتے ہیں کہ:

’’میجر جنرل اختر ملک (قادیانی) نے یکم ستمبر کو ’’چھمب‘‘ کی طرف پیش قدمی کی۔ ’’چھمب‘‘ پر قبضہ کرنے میں چار گھنٹوں کی تاخیر ہوگئی۔ پہلے دن کوئی خبر ہی نہ آئی۔ رات کو بھی سگنل موصول نہ ہوا۔ دوسرے دن بھی کوئی خبر ہی نہ آئی۔ رات کو سگنل موصول ہوا، لیکن میں نے خود محاذ پر جانے کا فیصلہ کرلیا۔ ’’سنگل سیٹر ہیلی کاپٹر‘‘ میں کھاریاں روانہ ہوا۔ کھاریاں میں مجھے اسٹیشن کمانڈر نے بتایا کہ جنرل اختر ملک (قادیانی) کا ’’آپریشن سٹاف‘‘ یہیں پر کام کر رہا ہے۔ شاید اس سے کوئی بات معلوم ہوجائے۔ میں وہاں کھاریاں گیا، وہ بھی قادیانی تھا۔ میں نے پوچھا: ’’کیا ہو رہا ہے؟ ڈویژنل کمانڈر کہاں ہے؟‘‘ اس (قادیانی) نے کہا: کچھ پتہ نہیں چل رہا، تب میں ’’چھمب‘‘ کی طرف پرواز کر گیا۔ وہاں درختوں کے قریب اترا تو مجھے میجر جنرل یحییٰ نے سیلوٹ کیا۔ میں نے پوچھا: ’’اختر ملک (قادیانی) کہاں ہے؟‘‘ جواب ملا: ’’کچھ خبر نہیں‘‘ بڑی مشکل سے اختر ملک (قادیانی) دریافت ہوئے۔ وہ آرٹلری ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ میں نے کہا کہ ’’جلد یہاں آؤ‘‘ معاملات ناگفتہ بہ تھے۔ ملک (قادیانی) صاحب آئے تو میں نے ان سے کہا: اب آپ مری تشریف لے جائیے۔‘‘ یحییٰ خان سے کہا کہ: ’’تم کمان سنبھال لو‘‘ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میجر جنرل ملک (قادیانی) کا ٹروپس پر کنٹرول نہیں رہا تھا اور اس وجہ سے چھمب پر قبضہ کرنے میں تاخیر ہوئی۔ (جنرل موسیٰ خان کا انٹرویو، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، لاہور، ص: ۲۳-۲۴، شمارہ ستمبر ۱۹۸۶ء)

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

یکساں نصابِ تعلیم..... چند قابل غور پہلو!

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

نئی حکومت کی تشکیل اور وزیراعظم کی تقریر کے بعد یکساں نصابِ تعلیم کا خوش نما نعرہ ایک مرتبہ پھر بلند ہوا ہے اور ہر جگہ اس حوالے سے بحث جاری ہے لیکن بدقسمتی سے بہت سے لوگ اس معاملے کی حقیقت، پس منظر، نتائج و مقاصد سے ہی ناواقف ہیں اور یکساں نصابِ تعلیم کے نعرے کو غیر حقیقی تناظر میں دیکھ رہے ہیں۔

اس لئے یکساں نصابِ تعلیم کے حوالے سے چند امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱:... سب سے پہلی اور بنیادی چیز یہ ہے کہ ہمیں نصابِ تعلیم و نظامِ تعلیم کی تشکیل اور اصلاح کے وقت اپنے دینی، ریاستی، ثقافتی اور معاشرتی ڈھانچے اور تقاضے پیش نظر رکھنا ہیں، ہمارا صرف ثقافتی اور معاشرتی ماحول ہی نہیں بلکہ کلمہ طیبہ کے نعرے اور اسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی ریاست اور اس کا آئین جس قسم کے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کا تقاضا کرتا ہے بدقسمتی سے آج تک ہم اپنی قوم کو وہ نصاب و نظام دینے سے قاصر ہیں اس لئے جب بھی نصاب میں کسی تبدیلی یا [illegible]یاست کی بات کی جائے گی تو اس میں اپنے [illegible] تہذیب، معاشرتی ضروریات، علاقائی [illegible] نظر رکھنا از حد ضروری ہوگا۔

۲:... نصاب و نظام کی اصلاح اور تشکیل دوسرا مرحلہ ہے، پہلا مرحلہ مقاصد و اہداف کا تعین ہے، مقاصد و اہداف کی روشنی میں نصاب و نظام کا خاکہ تشکیل دیا جاتا ہے، ہمارے ہاں بدقسمتی سے گزشتہ ستر برسوں کے دوران بارہا خوش نما نعرے لگائے جاتے رہے لیکن اہداف و مقاصد کے تعین کے بغیر بے سمت اور بے مقصد جد و جہد کبھی بھی نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی، اس لئے اہداف و مقاصد کا تعین از حد ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ جس سنجیدگی اور عزم کا تقاضہ ہے وہ بھی ہر حکومت اور ہر حکمران میں ناپید رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر نئے دورِ حکومت میں لوگوں کو کسی لایعنی اور بے مقصد بحث میں الجھا دیا جاتا ہے اور دورِ حکومت گزرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب محض وقتی گرد و غبار اور شور شرابہ تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو گیا ہے۔

۳:... اس وقت جو بحث چل نکلی ہے اس کا رخ مدارس کے نصاب و نظام کی طرف ہے جب کہ درحقیقت اس ملک کے ہر گلی کوچے میں کئی کئی اسکولز ہیں جن میں سے ہر ایک کا نصاب الگ، نظام الگ، یونیفارم الگ، فیس الگ، [illegible]

طرف کر دینا سراسر ناانصافی ہے۔

۴:... دینی مدارس نے ہمیشہ یہ پیشکش ہی نہیں بلکہ مطالبہ کیا ہے کہ مرحلہ وار یکساں نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم رائج کیا جائے اور ابتدائی طور پر میٹرک تک پورے ملک میں ایک نصاب اور ایک نظام لایا جائے تاکہ پوری قوم یکسو ہو سکے، دینی مدارس کے تمام وفاق آج بھی نہ صرف اپنے موقف پر قائم ہیں بلکہ اکثر دینی مدارس میں قومی نصابِ تعلیم رائج ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں بات زیرو سے شروع نہیں کی جاتی جو غیر سنجیدگی کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ اس وقت بھی یہ تاثر دیا جا رہا ہے جیسے یکساں نصابِ تعلیم کا شوشہ ہی مدارس کے نظام و نصاب کا حلیہ مسخ کرنے کے لئے چھوڑا گیا ہے۔

۵:... میٹرک یا زیادہ سے زیادہ انٹر تک یکساں نصاب و نظام کی ضرورت ہے، اس کے بعد تو اسپشلائزیشن کا مرحلہ ہے، چنانچہ جو بچیاں، بچے ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں وہ میڈیکل کالجز میں، جو وکلاء اور جج بننا چاہتے ہیں وہ لاء کالجز میں اور جو دینی خدمات کی بنیادی اور اہم ترین ذمہ داری نبھانا چاہتے ہیں وہ مدارس دینیہ کا رخ کرتے ہیں، آج تک کسی نے لاء کالجز سے ڈاکٹرز اور میڈیکل کالجز سے وکلاء تیار کرنے کا مطالبہ نہیں کیا لیکن بدقسمتی سے دینی

مدارس سے ہمیشہ یہ غیر منطقی اور غیر معقول مطالبہ کیا جاتا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ ایسا مطالبہ کرنے والوں کو داد دینے والوں کی بھی ہمارے ہاں کوئی کمی نہیں۔

۶:... حیرت انگیز امر یہ ہے کہ گزشتہ ستر برسوں کے دوران بھاری بھرکم بجٹ پوری ریاستی طاقت اور ہر طرح کے وسائل کے باوجود ملک میں کوئی ایک یونیورسٹی اور کوئی ایک ادارہ قائم نہیں کیا جاسکا جو دنیا کی ۱۰۰ اعلیٰ اور معیاری یونیورسٹیوں کی فہرست میں جگہ پاسکے جب کہ دنیا کے ٹاپ کے ۱۰۰ دینی اداروں میں سے کم از کم ۸۰ دینی مدارس پاکستان میں ہوں گے۔ دنیا کے کسی پسماندہ اور دور افتادہ ملک کے غریب بچوں کے ذہن میں بھی پاکستان کی کسی یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرنے کا خیال نہیں جاتا جب کہ پوری دنیا کے بچے دینی تعلیم کے لئے پاکستان کے دینی مدارس کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ پاکستان کے بچے لائنیں لگائے دوسرے ممالک کی یونیورسٹیوں اور جامعات کے سامنے داخلے کے کشکول پھیلائے کھڑے نظر آتے ہیں، ایسے میں حکومتی بجٹ سے چلنے والے اداروں کے معیار، نظام اور نصاب پر توجہ دینے کے بجائے دینی مدارس کو تختہ مشق بنانے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔

۷:... اس وقت پاکستان کی یونیورسٹیاں، کالجز اور تعلیمی ادارے منشیات، خودکشیوں، لسانی جھگڑوں، بے حیائی اور نہ جانے کن کن مسائل کے سونامی کی زد میں ہیں لیکن [illegible] بجٹ سے لوگوں کو دینی مدارس کی [illegible]

اصلاحات کی فکر کھائے جاتی ہے اور عصری اداروں کے جملہ مسائل کو قالین کے نیچے چھپانے اور ان سے نظریں چرانے کی روش اپنائی جاتی ہے۔

۸:... دینی مدارس اصلاحات کے حوالے سے اس لئے بھی حساس ہیں کہ ہر دور میں دینی مدارس کے خلاف ہونے والی مہم جوئی کے اچھے اثرات نہیں پڑے۔ بعض حکومتی طالع آزماؤں کی نظر کرم نے چوٹی کے دینی مدارس کو آثار قدیمہ میں بدل کر رکھ دیا۔ قریب کے زمانے میں پرویز مشرف نے موجودہ وزیر اعظم کی طرح ابتداء میں بڑے شد ومد اور تسلسل سے مدارس اصلاحات کا نعرہ بلند کیا، لیکن اس تمام تر شور شرابے کے نتیجے میں مدارس اور مدارس اصلاحات کے نام پر اربوں ڈالرز کی بیرونی امداد ہڑپ کرلی گئی اور جاتے جاتے اس ملک کو صرف تین لولے لنگڑے ماڈل مدارس کا تحفہ دیا گیا، جنہیں بعد کے حکومتی ذمہ داران بارہا وفاق المدارس سے سنبھالنے کی پیش کش کرچکے ہیں۔

۹:... یکساں نصاب و نظام تعلیم کے زبانی، کلامی دعوؤں کے بجائے اس وقت جو سب سے اہم کام کرنے کی ضرورت ہے وہ ۱۸ ویں ترمیم کے نتیجے میں تعلیم کا صوبوں کے سپرد کردینے کا معاملہ ہے۔ اس وقت اگر وزیر اعظم عمران خان اور موجودہ حکومت کسی قسم کی اصلاحات اور تبدیلی میں واقعتاً سنجیدہ ہیں اور وہ پورے ملک کو کسی ایک پیج پر لانا چاہتے ہیں تو اس کا آغاز ۱۸ ویں ترمیم اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تفریق اور خلیج کے خاتمے سے کرنا ہوگا، جس کے بارے میں [illegible]

اندازا ہے کہ حکومت یہ بھاری پتھر کبھی نہیں اٹھا پائے گی۔

۱۰:... جب یکساں نصاب و نظام کی بات چل ہی نکلی ہے تو پھر سب سے ضروری امر یہ ہے کہ حکمران سرکاری اسکولوں کو ایسا معیار دیں کہ لوگ اپنے بچوں کو ان اداروں سے تعلیم دلوانے پر آمادہ ہوں نہ یہ کہ سرکاری اسکولوں کی حالت دن بدن بگڑتی چلی جائے اور پرائیویٹ اسکولز مافیا کی تجوریاں بھرتی چلی جائیں اور ان کا کاروبار مزید چمکتا چلا جائے۔

المختصر یہ کہ اگر عمران خان اپنے دعوؤں میں سچے ہیں اور اپنے ارادوں میں سنجیدہ ہیں تو وہ پہلے مرحلے میں میٹرک تک ملک بھر کے تمام اداروں میں یکساں نصاب تعلیم رائج کریں، جس میں ایک مسلمان معاشرے کی جملہ ضروریات، بنیادی دینی اور قرآنی تعلیمات کا کماحقہ حصہ موجود ہو اور دینی اعتبار سے ہمارے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں جو جو کمزوریاں اور کوتاہیاں رہ گئی ہیں ان کی تلافی کا اہتمام کیا جائے، اسپیشلائزیشن کا مرحلہ اس کے بعد ہے، غیر حقیقی، غیر منطقی اور غیر سنجیدہ نعروں کے بجائے صحیح رخ پر.... درست ترتیب سے.... پوری سنجیدگی اور خلوص سے کام کرنے کی ضرورت ہے.... اگر کچھ کرنا مقصود ہے تو.... اور اگر حالیہ میلے کا مقصد صرف دینی مدارس سے حریت و آزادی، دینی شناخت، مذہبی تصلب کا کمبل چرانا ہی مقصود ہے تو یہ خواب نہ اس سے قبل شرمندۂ تعبیر ہوسکا اور نہ ہی آئندہ کبھی ایسا ہوپائے گا۔

☆☆☆

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

تبلیغی اسفار

ٹوبہ میں تحفظ ناموس رسالت سیمینار:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مبلغ مولانا محمد خبیب، مجلس ٹوبہ کے زعیم مولانا سعد اللہ لدھیانوی دونوں باہمت نوجوان ہیں۔ ہالینڈ کے خاکوں کے خلاف عالم اسلام میں بیداری کی لہر اٹھی، پاکستان میں بھی دینی وسیاسی جماعتوں، کاروباری انجمنوں، تعلیمی اداروں کے طلبا و اساتذہ کرام نے اس کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کی، ملک کی چاروں صوبائی اسمبلیوں، قومی اسمبلی اور سینیٹ نے قراردادیں منظور کیں۔ وزیر خارجہ جناب شاہ محمود قریشی نے ہالینڈ سفیر کو اپنے دفتر بلا کر احتجاج ریکارڈ کرایا اور ہالینڈ کی گورنمنٹ سے بھی احتجاج کیا۔ اللہ پاک نے فضل وکرم فرمایا۔ ہالینڈ گورنمنٹ نے اعلان واپس لے لیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک سرکلر کے ذریعہ تمام مبلغین کو ہدایت کی کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں تحفظ ناموس رسالت سیمینارز، کونشنز، جلسوں، جلوسوں اور مظاہروں کے ذریعہ احتجاج ریکارڈ کرائیں۔

مذکورہ بالا دونوں حضرات نے مل کر ٹوبہ کے ’’لاثانی ہوٹل‘‘ کے بیسمنٹ ہال میں ’’تحفظ ناموس رسالت سیمینار‘‘ رکھا، جس میں درج ذیل حضرات نے خطاب فرمایا۔ مہمان خصوصی کے قرعہ فال راقم کے نام نکلا۔ مولانا خبیب احمد، مولانا برق التوحیدی، مولانا سعد اللہ لدھیانوی، مولانا منعم حسین صدیقی، مولانا لطف اللہ، مولانا رفیق انور چشتی، مولانا مجیب الرحمٰن لدھیانوی، جناب رشید جلال مسیح اور فادر شفیق مسیح نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے مرمٹنے کا عہد کیا۔ راقم نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کارکردگی پر روشنی ڈالی اور سامعین سے درخواست کی کہ وہ اپنی اپنی مساجد میں جمعۃ المبارک کے خطبات میں ناموس رسالت کے تحفظ کا عہد لیں۔ پروگرام کے آخر میں مولانا سعد اللہ لدھیانوی کی طرف سے تمام شرکاء کی کھانے سے تواضع کی گئی۔ پروگرام کی صدارت جامعہ ربانیہ پھلور کے مہتمم مولانا قاری محمد انور مدظلہ نے کی۔

چک نمبر ۴۵۷ میں بیان: پروگرام سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ ربانیہ کے مہتمم مولانا قاری محمد انور اور مذکورہ بالا چک کی جامع مسجد کے خطیب مولانا محبوب احمد نے حکم فرمایا کہ رات کا قیام وآرام ہمارے ہاں ہونا چاہئے۔ چنانچہ رات مولانا محبوب احمد کے ہاں گزاری اور چک کی جامع مسجد میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر پون گھنٹہ خطاب کیا۔ سیمینار سے فارغ ہونے کے بعد مجلس کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور بزرگ راہنما جناب قاضی فیض احمد مدظلہ کے ہاں دوپہر کا آرام کیا۔ موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی اراکین سے تعلق رکھتے ہیں اور عرصہ دراز سے مرکزی شوریٰ کے ممبر چلے آرہے ہیں۔ مجلس کراچی کے مرکزی مبلغ اور روح رواں مولانا قاضی احسان احمد انہیں کے فرزند ارجمند ہیں۔

مکی مسجد شورکوٹ کینٹ میں خطبہ جمعہ: جناب ڈاکٹر محمد شفیق ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں، اپنے گھر کے ایک حصہ کو ’’صنعت زار‘‘ کے ساتھ تبدیل کیا ہوا ہے، جس میں علاقہ کی بچیوں کو سلائی کڑھائی کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ مجلس کے دیرینہ ورکر اور راہنما ہیں۔ اصلاحی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں سے ہے، سال میں ایک جمعہ ان کے حکم پر راقم شورکوٹ کینٹ میں حاضری دیتا ہے اس سال بھی ۳۱/اگست کے جمعۃ المبارک کا خطبہ مکی مسجد میں دیا، جس میں ناموس رسالت کے تحفظ، عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کی ذمہ داری کے عنوان پر خطاب کی سعادت نصیب ہوئی۔

دارالعلوم جامعہ عثمانیہ، شورکوٹ: کے بانی حضرت مولانا بشیر احمد خاکیؒ تھے، آپ نے دارالعلوم کبیر والا سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ آپ کو حضرت مولانا علی محمد، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا منظور الحق، حضرت مولانا ظہور الحق، حضرت مولانا سیّد فیض علی شاہ، حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمہم اللہ تعالیٰ سے قرآن وحدیث کے علوم حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ اگلے سال اپنے مادر علمی

دارالعلوم کبیر والا میں پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

لاری اڈا شورکوٹ سٹی کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے تو ضرورت محسوس کی کہ شور کوٹ میں دینی علوم کا مرکز ہونا چاہیے تو آپ نے جامعہ عثمانیہ کی ۱۹۶۹ء میں بنیاد رکھی۔ ابتدا میں گل گارا سے تعمیر کی، لیکن سیم زدہ علاقہ ہونے کی وجہ سے کنکریٹ سے تعمیرات شروع کیں، دیکھتے ہی دیکھتے خوبصورت عمارت کھڑی ہوئی، نیز آپ نے وسیع وعریض جامع مسجد کی بنیاد رکھی جو تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے۔ آپ نے ۱۹۶۶ء میں مجلس کے دارالمبلغین ملتان سے ردقادیانیت کا کورس بھی پڑھا۔ ایک منجھے ہوئے مدرس، عوام کے دلوں میں گھر کیے جانے والے مقرر تھے۔ دینی مسائل کو عام فہم انداز میں بیان فرماتے۔ ۱۶؍دسمبر ۲۰۰۴ء کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے اور ہمارے استاذ محترم حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے پڑھائی جس میں سینکڑوں سے متجاوز علماء طلبا اور مسلم عوام نے شرکت کی۔ آپ نے اپنے بعد سات بیٹے اور سات بیٹیاں سوگوار چھوڑیں، آپ کے فرزند گرامی مولانا انور زاہد آپ کے بعد مدرسہ کے مہتمم قرار پائے۔ مولانا محمد زاہد انور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی یونٹ کے امیر اور مولانا حافظ محمد علی ناظم اعلیٰ ہیں، آپ کے ایک اور فرزند ارجمند مولانا محمد ساجد سے مل کر ۴؍ستمبر کو جامعہ عثمانیہ میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا کی یاد میں ظہر کی نماز کے بعد تقریب منعقد کی۔ مرکز کی نمائندگی راقم الحروف نے سرانجام دی۔ تقریب میں ایک سو کے قریب علماء کرام، خطباء عظام نے شرکت کی۔ علماء کرام نے تجدید عہد کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ان شاء اللہ! ہم ختم نبوت کے قوانین کا اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر تحفظ کریں گے۔

جامعہ اشرفیہ جھنگ میں کنونشن: جامعہ اشرفیہ مومن پورہ (دھب سڑی) کے بانی ومہتمم مولانا حکیم محمد یاسینؒ تھے، جو جمعیت علماء اسلام سے متعلق رہے اور مجلس کے رفقاء کے ساتھ بھی بہت محبت فرماتے تھے۔ آج سے تقریباً دس سال قبل جب مولانا غلام حسین حفظہ اللہ مبلغ جھنگ کی معیت میں حکیم صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ اپنے مدرسہ اور مسجد میں تین روزہ تردید قادیانیت کورس رکھوں اور اس کے لئے شہر کے تمام علماء کرام کو دعوت دوں تاکہ تمام علماء کرام قادیانیت کے فتنہ سے آگاہی حاصل کرسکیں۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ جب آپ حکم فرمائیں گے تعمیل آرڈر ہوگی، لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کیا اور انتقال فرماگئے، ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالحلیم خطیب مقرر ہوئے، راقم کی ان سے ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک شناسائی رہی کیونکہ آرمی میں خطیب تھے اور ان کی رہائش آرا بازار لاہور کینٹ میں تھی، آتے جاتے ان سے ملاقات ہوجاتی۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ میں ڈیپارٹمنٹل اسٹور بنایا تو مولانا غلام حسین مدظلہ کی معیت میں ان سے ملاقات رہی۔ موصوف حکیم محمد یاسینؒ کے چھوٹے بھائی تھے، بڑے بھائی کی وفات کے بعد وہ اشرفیہ مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور تازیست انہوں نے یہ ذمہ داری نبھائے رکھی تاآنکہ ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب مسجد ومدرسہ کا اہتمام حضرت حکیم صاحبؒ کے فرزندان گرامی کے پاس ہے تو حکیم صاحب موصوف کے فرزندان گرامی نے ۵؍ستمبر کو ختم نبوت سیمینار جامع مسجد اشرفیہ میں رکھا، جس میں جھنگ صدر وسٹی کے تمام اداروں کے زعماء، جمعیت علماء اسلام کے قائدین نے شرکت کی۔ سیمینار کی صدارت علاقہ کے امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کی جبکہ مہمان خصوصی جامعہ محمودیہ کے شیخ الحدیث مولانا سید مصدوق حسین شاہ، مولانا عبدالرحیم مدظلہ تھے۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مجلس جھنگ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد اقبال شیروانی نے سرانجام دیئے۔

سیمینار سے ضلعی مبلغ مولانا غلام حسین، جمعیت علماء اسلام صوبہ پنجاب کے راہنما جناب چوہدری شہباز احمد گجر ایڈووکیٹ، راقم الحروف محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا، نعتیہ کلام قاری محمد شفیق مدظلہ نے پیش کیا۔ سیمینار میں ایک سو سے زائد علماء کرام نے شرکت کی۔

ختم نبوت کانفرنس فیصل آباد: ۶؍ستمبر کو جامع مسجد محمود ریلوے اسٹیشن فیصل آباد میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جامع مسجد محمود کے بانی ترجمان تحریک ختم نبوت مولانا تاج محمودؒ تھے، جب مولانا خطیب مقرر ہوئے تو مسجد ایک تھڑا تھی۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے مسجد بنی اور آپ تاحیات اس مسجد کے خطیب رہے اور یہ مسجد تحریکوں کا مرکز رہی ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں خطیب مسجد مولانا تاج محمودؒ نے فیصل آباد میں نہ صرف

تحریک ختم نبوت کی قیادت کی، بلکہ مجلس عمل کے اجلاس بھی یہیں منعقد ہوتے رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک یہیں سے اٹھی اور پورے ملک میں چھا گئی۔ تحریک کو کنٹرول کرنے کے لئے اٹھارہ جماعتوں کے قائدین پر مشتمل مجلس عمل تشکیل دی گئی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ مجلس عمل کے صدر اور بریلوی مکتب فکر کے علامہ محمود احمد رضوی جنرل سیکریٹری چنے گئے۔ مرکزی مجلس عمل کے اجلاسوں میں مجلس کی نمائندگی مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور سردار میر عالم لغاریؒ فرماتے رہے۔ مولانا تاج محمود ایک متحرک اور فعال کردار کا نام ہے۔ آپ نے تقریباً ۳۵ سال ماہنامہ لولاک کی ادارت سنبھالے رکھی۔ ۱۹۸۴ء میں آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے فرزند گرامی صاحبزادہ طارق محمودؒ نے اپنے والد محترم کی سیٹ کو سنبھالے رکھا تا آنکہ ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء میں ان کا انتقال ہوا تو مولانا صاحبزادہ کے فرزند گرامی مبشر محمود سلمہ نے باپ دادا کی سیٹ کو سنبھالا اور آج تک سنبھالے چلے آرہے ہیں۔ صاحبزادہ مبشر محمود مجلس کے معاون مبلغ بھی ہیں۔ مقامی مجلس کے تعاون سے انہوں نے جامع مسجد محمود میں ۶؍ستمبر کو عشاء کی نماز کے بعد ختم نبوت کانفرنس رکھی، جس کی صدارت پیر طریقت، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد نے کی۔ کانفرنس سے مولانا زاہد محمود قاسمی، مولانا سیّد خبیب احمد شاہ، مولانا محمد الیاس چنیوٹی ممبر پنجاب اسمبلی، جامعہ امدادیہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد طیب، معروف الٹرا ساؤنڈ اسپیشلسٹ ڈاکٹر قاری محمد صولت نواز، جمعیت اہل حدیث کے راہنما مولانا محمد یوسف انور، خطیب شہر مولانا مفتی محمد ضیاء مدنی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے پس منظر، تحریک ختم نبوت میں مولانا تاج محمودؒ، صاحبزادہ طارق محمودؒ کے کردار پر روشنی ڈالی۔ نیز بھٹو اسمبلی میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، علامہ شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے مذکورہ بالا شخصیات سمیت اس وقت کے تمام ممبران پارلیمنٹ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس پروگرام کے مہمان خصوصی معروف تاجر جناب شاہد عمران تھے جو باوجود علالت اور کمزوری کے تشریف لائے۔ پروگرام رات گئے تک جاری رہا۔

جامعہ عبیدیہ میں قیام: راقم ۶؍ستمبر کو سارا دن جامعہ عبیدیہ میں رہا۔ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم تازہ تازہ سفر حج سے تشریف لائے تھے، اور سفر سے واپسی کے بعد پہلی بدھ تھی، جس میں ملک بھر سے مریدین، منتسبین، زیارت کے لئے تشریف لائے نیز ہر بدھ کو مجلس ذکر ہوتی ہے۔ راقم الحروف سمیت سینکڑوں مریدین نے شرکت کی۔ جامعہ عبداللہ ابن مسعود ہمارے دفتر کے قریب واقع ہے جس کے بانی مولانا حفظ الرحمٰن بنوری ہیں۔ ان کے سفر حج پر ہونے کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

جامع مسجد قبا میں درس: ۷؍ستمبر صبح کی نماز کے بعد غلام محمد آباد کی جامع مسجد قبا جناں والا چوک میں راقم نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے حوالہ سے درس دیا۔

جامع مسجد المینار خانیوال میں خطبہ جمعہ: جامع مسجد المینار کے خطیب ہمارے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کے امیر پیر طریقت مولانا خواجہ عبدالماجد نقشبندی مجددی ہیں۔ اس مسجد کے بانی نقشبندی سلسلہ کے معروف شیخ طریقت مولانا خواجہ عبدالمالکؒ نقشبندی مجددی تھے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا عبدالماجد نے مسجد کی خطابت، جامعہ مالکیہ کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔ موصوف صرف شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ شعلہ بیان خطیب بھی ہیں۔ ان کے حکم سے راقم نے ۷؍ستمبر کے جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا اور نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی جام پور ضلع راجن پور کا سفر کیا۔

جامع مسجد حنفی میں سیمینار: جام پور کے معروف عالم دین مولانا عبدالحئی جام پوریؒ جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک مدح صحابہ واہلبیتؓ میں ان کا بھرپور کردار رہا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد ابوبکر نے ان کے بنائے ہوئے مدارس اور مساجد کا نظم ونسق سنبھالا ہوا ہے۔ ڈویژنل مبلغ مولانا محمد اقبال سلمہ نے جامع مسجد حنفی جام پور میں ۷؍ستمبر کو مغرب سے عشاء تک پروگرام رکھا۔ مہمانان خصوصی مولانا سیّد محمد اکبر شاہ بخاری، مولانا محمد اقبال امیر مجلس جام پور تھے، جبکہ صدارت مولانا محمد ابوبکر نے کی۔ تلاوت نعت کے بعد راقم کا ’’تحریک ختم نبوت میں علماء دیوبند کا کردار‘‘ کے عنوان پر تفصیلی خطاب ہوا۔ جلسہ کا انتظام جامع مسجد حنفی کے خطیب اور منتظمہ نے کیا۔ رات کا آرام وقیام جامعہ امہات المومنین للبنات میں رہا اور صبح کی نماز کے بعد ڈیرہ غازی خان کا سفر کیا، جہاں بندہ کے برادر صغیر حاجی محمد یعقوب جاوید اور ان کے فرزندان گرامی محمد ضیاء القاسمی اور محمد ایثار القاسمی سراپا انتظار تھے۔

جامعہ احیاء العلوم مظفر گڑھ: جامعہ کے بانی مولانا محمد عمرؒ تھے۔ ان کی وفات کے ان کے فرزند گرامی مولانا محمد عاصم مہتمم رہے۔ ان کا بھی چند ماہ پہلے انتقال ہوگیا تو مولانا محمد عمر کے دوسرے بیٹے مولانا محمد سالم 'ب مدرسہ کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ جامعہ میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ ۸/ستمبر ظہر کی نماز کے بعد جامعہ میں ختم نبوت کا جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت ونعت کے بعد راقم کا تفصیلی بیان ہوا۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں ایک روز

خانقاہ سراجیہ شریف کندیاں جنکشن سے ملتان کی طرف اڑھائی میل کے فاصلہ پر ہے۔ خانقاہ کی بنیاد ۲۸۔۱۳۴۰ مطابق ۲۰۔۱۹۱۸ء میں حضرت اقدس خواجہ ابوسعد احمد خانؒ متوفی ۱۹۴۱ء نے رکھی اور خانقاہ کا نام اپنے شیخ حضرت خواجہ سراج الدین نور اللہ مرقدہ موسیٰ زئی کے نام نامی، اسم گرامی کی طرف منسوب کرکے رکھی۔ آپ ۱۹۴۱ء تک خانقاہ شریف کے مسند ارشاد پر متمکن رہے اور ہزاروں سالکان طریقت کی تربیت فرماتے رہے۔ نیز آپ نے ۳۳ حضرات کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ نے اپنی وفات سے قبل حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ ۱۹۵۶ء تک مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ آپ کی رحلت کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ، آپ کے جانشین مقرر ہوئے اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی مساعی جمیلہ سے ۱۹۶۵ء میں خانقاہ سراجیہ کے نام سے ریلوے اسٹیشن قائم ہوا، جس سے آمد ورفت کی سہولت ہوگئی۔ بانی خانقاہ کو کتابوں کا بے حد شوق تھا، اپنے مرشد حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے نام پر کتب خانہ سعدیہ کی بنیاد رکھی، جو برصغیر پاک وہند کے عظیم الشان کتب خانوں میں شمار ہوتا رہا ہے، اسی طرح ایک خوبصورت خانقاہ حسین وجمیل تسبیح خانہ، وسیع وعریض مسجد اور بہترین مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ خانقاہ شریف کے دوسرے سجادہ نشین لدھیانہ کے مردم خیز علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام میاں نور محمد ولد میاں قطب الدین تھا جو سلیم پور سدھواں تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ ہندوستان کے رہنے والے تھے۔

آپ کی ولادت ۲۲/رجب المرجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۵/اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سلیم پور لدھیانہ ہوئی، مڈل تک تعلیم اپنے علاقہ سے حاصل کی۔ دینی تعلیم مولانا محمد ابراہیم سلیم پوریؒ سے دھرم کوٹ ضلع فیروز پور میں حاصل کی۔ علوم اسلامیہ کی تکمیل از ہر الہند دارالعلوم دیوبند سے کی۔ روحانی تعلیم وتربیت حضرت اقدس مولانا ابوسعد احمد خانؒ سے پندرہ سال تک خانقاہ سراجیہ میں رہ کر حاصل کی اور حضرت اقدس بانی خانقاہ شریف کے جانشین قرار پائے۔ خانقاہ شریف کے کتب خانہ کو وسعت دی اور خانقاہ سے متصل مدرسہ تعلیم القرآن کی کارکردگی کو بھی بہتر بنایا۔

آپ کو ختم نبوت سے والہانہ عقیدت تھی اور قادیانیت کو اسلام کے متوازی قرار دیتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ سمیت بعض مجاہدین کو گولی مارنے کا حکم سنایا گیا تو مجاہدین ختم نبوت کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کو حرز جان بنالیا۔ آپ ۷/جون ۱۹۵۶ء کو رات ساڑھے بارہ بجے خالق حقیقی سے جاملے اور اپنے پیرومرشد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ انہیں خانقاہ سے متعلقین حضرت ثانی کہتے ہیں۔ حضرت ثانیؒ کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نور اللہ مرقدہ ۱۹۵۶ء میں سجادہ نشین مقرر کئے گئے۔ آپ بانی خانقاہ کے چچازاد بھائی حضرت خواجہ عمر کے فرزند ارجمند تھے، حضرت بانی خانقاہ نے آپ کے والد محترم سے آپ کو مانگ لیا تو والد محترم نے اسکول چھوڑوا کر حضرت والا کے سپرد کردیا۔ جہاں آپ نے حضرت ثانیؒ سے فارسی نظم ونثر اور صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں، کچھ عرصہ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۴۲ء میں دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ دینی علوم سے فراغت کے بعد خانقاہ شریف تشریف لے آئے اور آپ کے شیخ ومرشد حضرت ثانیؒ نے آپ کی روحانی تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ حضرت مرشد کے گھریلو معاملات بھی آپ کے ذمہ تھے، جب تک آپ نہ آتے حضرت مرشد مسجد نہ جاتے۔ حضرت ثانیؒ کی وفات کے بعد ۱۹۵۶ء میں آپ سجادہ نشین قرار پائے اور آپ نے نصف صدی سے زائد خلق خدا کی دینی واخلاقی تربیت کی۔ آپ سے ہزارہا مسلمانوں نے فیض حاصل کیا اور آپ کی وجہ سے خانقاہ شریف کو چہار دانگ عالم شہرت نصیب ہوئی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے تو حضرت بنوریؒ کے حکم سے آپ نائب امیر مقرر ہوئے اور حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد آپ مجلس کے امیر مقرر کئے گئے۔ چناب نگر، برمنگھم کی کانفرنسوں میں باقاعدہ شرکت فرماتے نیز اندرون وبیرون ملک ہزاروں کانفرنسیں آپ کی

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

تعلیم کے بعض اہم شعبے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو جن امتیازی صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ اس کے اندر علم کو حاصل کرنے کی صلاحیت ہے، علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود اپنی صفت علم کا کم سے کم دو سو بارہ مواقع پر ذکر فرمایا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو جو اس دنیا کی خلافت عطا کی گئی ہے، وہ اسی لئے کہ ان کے اندر معلومات کو اخذ کرنے کی صلاحیت تھی؛ چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے ساتھ ان کا امتحان لیا گیا اور بارگاہِ الٰہی میں ہونے والے اس امتحان میں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کامیابی سے ہمکنار ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کی جانب سے کن کن چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا تھا؟ قرآن مجید نے اس سلسلہ میں مختصر لیکن جامع بات کہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء (ناموں) کے علم سے نوازا گیا تھا (بقرہ:۱۳) اسم کے معنی تو صرف نام کے ہیں جو کسی شئے کی نشاندہی کرتی ہے؛ لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد صرف نام نہیں ہے؛ بلکہ کائنات کی وہ تمام چیزیں ہیں، جن کے نام رکھے جاسکتے ہیں، گویا علم کا جو مخفی خزانہ جہالت کے پردے سے نکل نکل کر باہر آرہا ہے اور جو قیامت تک آتا رہے گا، جن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے انسان مختلف ناموں سے موسوم کرتا ہے، ان ساری چیزوں کا علم حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے، جن کا ہر دور کی ضرورت کے اعتبار سے ظہور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

اسلام کی نظر میں بنیادی طور پر علم کی دو قسمیں ہیں، ایک: وہ علم جو انسان کے لئے نفع بخش ہو، خواہ دنیا کے لئے ہو یا آخرت کے لئے اور دوسرے: وہ علم جو بے فائدہ ہو، پہلا علم مطلوب ہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور دوسری قسم کا علم مذموم اور ناپسندیدہ ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ سے علم نافع کی دعا کیا کرو اور بے فائدہ علم سے پناہ چاہو۔" (سنن ابن ماجہ، عن عبداللہ بن جابرؓ، حدیث نمبر: ۳۸۴۳)

آج کل انسان کی ہلاکت و بربادی اور دنیا کو تباہ و تاراج کرنے کے جو ہتھیار تیار کئے جارہے ہیں، یہ یقیناً بے فائدہ علم میں شامل ہیں اور سوائے اس کے کہ کوئی ملک دفاع کے لئے اس پر مجبور ہو جائے، اس کو اپنے وسائل تعمیری مقاصد کے بجائے ایسے تخریبی کاموں میں خرچ نہیں کرنا چاہئے، مغربی طاقتیں جس طرح اپنی بہترین صلاحیتیں مہلک ہتھیاروں کے بنانے میں خرچ کر رہی ہیں، یقیناً ان کو بدبختی کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی خصوصیت یہ رکھی ہے کہ جیسے ایمان انسان کے لئے بلندی کا ذریعہ ہے، اسی طرح علم بھی افراد اور قوموں کی سربلندی و سرخروئی کی کلید ہے۔ (مجادلہ: ۱۱) جو لوگ علم سے آراستہ ہوں یا جو قوم علم و دانش کی دولت سے مالا مال ہو، وہ اور جو افراد اور قومیں علم سے محروم ہوں، دونوں برابر نہیں ہوسکتے (الزمر: ۹) علم کی ضرورت جہاں آخرت کی کامیابی کے لئے ہے، وہیں دنیا میں باعزت زندگی گزارنے اور بہتر مرتبہ و مقام حاصل کرنے کے لئے بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت اور حکمرانی کے سلیقہ سے بھی نوازا تھا اور مخلوقات سے متعلق بعض ایسے علوم دیئے گئے تھے، جہاں تک عام انسانوں کی رسائی نہیں ہوتی، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ علم کی اس دولت سے نواز کر اللہ نے ہمیں بہت سارے مسلمان بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ (النمل: ۵۱)

دنیا میں اقتدار میں شرکت، کاروبار حکومت میں شمولیت اور نظم و نسق کی انجام دہی میں بھی علمی بصیرت اور معلومات کا مہیا ہونا ضروری ہے، اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب مصر کے حکمراں سے پیشکش کی کہ جو اقتصادی بحران مستقبل میں آنے والا ہے اور جو بظاہر پورے ملک کو دانہ دانہ کا محتاج بنا دے گا، اس سے نبرد آزما ہونے کے سلسلہ میں، میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں

اور آپ کے خزانہ کی ذمہ داری سنبھال سکتا ہوں، تو اس پیشکش کے ساتھ آپ نے یہ دلیل دی کہ میرے اندر سرکاری خزانے کی حفاظت ونگہداشت کی صلاحیت بھی ہے اور میں علم کی دولت سے بہرہ ور بھی ہوں۔ (یوسف:۵۵)

حکومت واقتدار کی اہمیت ہر ملک میں ہے؛ لیکن مسلم ممالک میں اہل علم اور دینی طبقہ کا اقتدار میں ساجھے داری اور سرکاری نظم ونسق میں شمولیت مسلمانوں کے ملی بقاء کے لئے بے حد ضروری ہے؛ کیوں کہ عام طور پر اکثریت چاہتی ہے کہ وہ اقلیت کو ہضم کر جائے، اس کے تشخص کو مٹا دے، تعلیمی اور معاشی اعتبار سے اس کو پنپنے کا موقع نہ دے، غیر مسلم ممالک میں مسلمان اور مسلم ممالک میں اہل علم و مذہب اس وقت اسی صورتِ حال سے دوچار ہیں، ان کی عصری تعلیمی اور معاشی پسماندگی ضرب المثل بن چکی ہے، جس قوم نے برصغیر پر صدیوں حکومت کی، وہ آج ایک بے توقیر گروہ کی حیثیت سے زندگی کا سفر طے کر رہی ہے، اس صورت حال سے نکلنے کے لئے جہاں دین سے گہری وابستگی اور باہمی اتحاد ضروری ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ یہ امت علم وتحقیق کے میدان میں آگے بڑھے اور زندگی کے مختلف میدانوں میں موثر کردار ادا کرنے کے لائق بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اہل دین مختلف حادثات سے سبق حاصل کرتے رہے ہیں اور جب بھی کوئی مصیبت ان پر آئی ہے، غم زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انھوں نے ایک نئے حوصلہ کے ساتھ قدم بڑھایا ہے، ان حادثات کے بعد انہوں نے ایک نئی کروٹ لی، انھوں نے محسوس کیا کہ ان کو قصداً انصاف سے محروم رکھا جاتا ہے اور وہ خود اپنی جدوجہد کے ذریعہ ہی ایک باوقار امت کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں؛ چنانچہ مختلف علاقوں میں تعلیمی اور معاشی جدوجہد شروع ہوئی، فضلاء مدارس نے سرکاری ملازمت پر تکیہ کرنے کے بجائے تجارت، چھوٹی صنعت اور بیرون ملک ملازمت پر توجہ دی، غیر سودی قرض کے ادارے قائم کئے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو روزگار کے اعتبار سے خود مکتفی بنانے کی کوششیں کی گئیں، بحمد اللہ ان کوششوں کے بہتر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

عصری تعلیم کی طرف بھی اہل مدارس کی توجہ بڑھی ہے، انھوں نے پرائمری سے لے کر ڈگری کی سطح کے کئی ادارے قائم کئے ہیں، ملک کے مختلف حصوں میں پیشہ ورانہ تعلیم کے بہت سے ادارے قائم کئے، اب اچھی تعداد میں دینی طلبہ میڈیکل، انجینئرنگ، ایم بی اے، اور آئی ٹی وغیرہ کی سندیں لے کر نکل رہے ہیں، جن کا فائدہ پورے ملک کو پہنچ رہا ہے، یہ یقیناً ایک خوش آئند بات ہے اور امید ہے کہ مستقبل میں اس کے بہتر اثرات مرتب ہوں گے۔

لیکن غور کرنے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ عصری تعلیم کے جن شعبوں کی طرف اہل مدارس اور دینی لوگوں کی توجہ بڑھی ہے، عام طور پر اس کا فائدہ ان کی ذات یا ان کے خاندان کو پہنچ سکے گا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں خاندان کا تصور بہت محدود ہو گیا ہے، بیوی بچوں کے سوا بمشکل والدین کو اس میں شامل کیا جاتا ہے، بھائی بہن کا تو ذکر ہی کیا ہے، تعلیم کے ان شعبوں سے فارغ ہونے والے نوجوان اپنے آپ کو سکہ ڈھالنے کی مشین سمجھتے ہیں، قومی وملی مسائل سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا؛ اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی تعلیم ملت کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا رہی ہے؛ بلکہ جو لوگ ایسے نوجوانوں پر بطور تعاون اپنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں، وہ بھی محسوس کرنے لگے ہیں کہ ملک کا جو سرمایہ ان پر خرچ کیا جا رہا ہے، ملت کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے اور ایک ایسا گروہ تیار ہو رہا ہے جس کی اکثریت خود غرضی اور مادہ پرستی میں مبتلا ہو جاتی ہے، کاش کہ جو تنظیمیں تعلیم کے ان شعبوں میں نوجوانوں کو امداد فراہم کرتی ہیں، وہ ان کی اخلاقی اور فطری تربیت کی طرف بھی توجہ دیں۔

لیکن اس وقت ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو ان شعبوں میں لایا جائے، جو فکر سازی، ملت کے مسائل کی ترجمانی، انصاف کے حصول اور ان کے نظم ونسق میں شمولیت کو آسان بنا سکیں، اس سلسلہ میں خصوصی طور پر بعض شعبوں کا ذکر کرنا مناسب ہوگا، جیسے قانون کا شعبہ ہے، سپریم کورٹ میں اچھے دین دار اور علم دین کے ماہر وکلا ''جن کا عدالت میں وزن محسوس کیا جائے'' نہ ہونے کے برابر ہیں، ہائی کورٹوں کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے؛ اسی لئے عدالتوں میں ایسے ججز کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے، بعض لوگوں کا احساس ہے کہ ملک کا یہ سب سے معزز ترین ادارہ فرقہ پرستی کے زہر سے مسموم ہوتا جا رہا ہے اور بعض دفعہ انصاف کو شرم سار ہونا پڑتا ہے، اگر قانون کے شعبہ میں ہماری موثر نمائندگی نہیں رہے گی تو ہمارے لئے انصاف کی جنگ جیتنا دشوار سے دشوار تر ہوتا چلا جائے گا۔

اسی طرح موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ، بالخصوص انگریزی اور مقامی زبان کے میڈیا کی بڑی اہمیت ہے، اس کے بغیر [illegible]

عزت و آبرو کا بچانا مشکل ہے، ایسے انگریزی دانوں کی بھی ضرورت ہے، جن کو انگریزی کے معتبر ادیب اور مصنف کا درجہ حاصل ہو اور قومی سطح پر ان کو پذیرائی حاصل ہو، ڈاکٹر جسم کا علاج کرسکتا ہے، انجینئر بلڈنگیں اور مشینیں بنا سکتا ہے؛ لیکن فکر سازی کا کام اچھے جرنلسٹ اور باصلاحیت مصنف اور ماہر تاریخ داں کے ذریعہ ہی انجام پاسکتا ہے؛ لیکن ان شعبوں سے طلبہ وفضلاء مدارس کٹے ہوئے ہیں اور اسی لئے مسلمانوں میں عصری علوم کے حامل ایسے ماہرین نہیں رہے، جو مسلمانوں کے نقطہ نظر کو دلیل، زبان و بیان کی قوت، منطقیت و معقولیت اور خوش سلیقگی کے ساتھ پیش کرسکیں، ذرائع ابلاغ دین داروں کے تئیں ایسا کردار ادا کرتے ہیں کہ گویا وہ ان کے بالمقابل اپوزیشن ہوں، تاریخ ایسی مرتب کی جارہی ہے جس میں اہل دین سے متعلق نفرت کے جذبات ابھارے جارہے ہیں، زبان و بیان کے اعتبار سے معیاری اور مقبول کتابیں اس انداز کی آرہی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو جنم دیتی ہیں۔

خاص طور پر سول سروسز کا ذکر کروں گا، جس میں اہل مدارس کا تناسب نہایت حقیر ہے اور یہ تعداد کی کمی اس لئے نہیں ہے کہ مسلمان کی زیادہ تعداد شریک ہوتی ہو اور نسبتاً کم تعداد کامیاب ہوتی ہو؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ امتحان میں شریک ہونے والے دین دار امیدواروں ہی کی تعداد کم ہوتی ہے اور شرکت کے اعتبار سے کامیابی کا تناسب عام طور پر وہی ہوتا ہے، جو اکثریت کا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ ''کم صلاحیت'' ہونے کا نہیں ہے؛ بلکہ کم ہمتی، پست حوصلگی اور جدو جہد میں کمی کا ہے، نیز مزاج یہ بن گیا ہے کہ اعلیٰ ترین منزل پر پہنچنے کے بجائے اسی مرحلہ پر اکتفا کرلیا جائے، جس سے کمائی ہونے لگے اور مرفہ الحالی حاصل ہوجائے؛ حالاں کہ جو لوگ اس مقام تک پہنچتے ہیں، وہ ملت اسلامیہ کو انصاف دلانے میں ایک اہم رول ادا کرسکتے ہیں اور سیاسی نمائندوں سے بھی بڑھ کر وہ قوم و ملت کے لئے اپنی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ اب تعلیم کے ان شعبوں کی طرف توجہ دی جائے، دینی نوجوانوں کی اس سلسلہ میں حوصلہ افزائی کی جائے اور انھیں اس لائق بنایا جائے کہ ان کی صلاحیت کا فائدہ صرف ان کی ذات یا ان کے خاندان تک محدود نہ رہے؛ بلکہ پوری ملت کو ان کا نفع پہنچے، وہ صرف نوٹ چھاپنے والی مشین بن کر نہ رہ جائیں؛ بلکہ وہ ملت کی سرفرازی و سرخروئی کا ذریعہ بنیں۔ ☆☆

بقیہ: تبلیغی اسفار

صدارت میں منعقد ہوئیں۔ آپ ۵/مئی ۲۰۱۰ء تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے اور آپ کے انتقال کے بعد ۶/مئی ۲۰۱۰ء کو آپ کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ آپ کے جانشین مقرر کئے گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، محتاط اندازہ کے مطابق ۳ لاکھ ۸۰ ہزار مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور اپنے مرشدین کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔

صاحبزادہ خلیل احمد زیدمجدہ بانی خانقاہ کے نواسے اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے دوسرے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ جمعرات ۱۹/ربیع الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۴/ستمبر ۱۹۵۹ء کو خانقاہ سراجیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم اور دوسرے اساتذہ کرام سے خانقاہ شریف کے مدرسہ میں پڑھیں۔

۱۹۷۰ء میں آپ نے جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بھی زیر تعلیم رہے اور دورۂ حدیث شریف بھی یہیں پڑھا۔ روحانی اسباق اپنے والد محترم سے طے کئے۔ والد محترم کی وفات کے بعد حضرت والا کے پانچوں خلفاً نے خلافت سے بھی نوازا اور جانشینی کا اعلان کیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں حضرت کی جانشینی اور خاندانی معاملات حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کے سپرد کئے گئے تقریباً نوے سال پہلے مسجد جو بانی خانقاہ نے تعمیر کرائی۔ نوے سال کے بعد حضرت صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ کے دور میں مفتیان کرام سے مشورہ کے بعد نماز جمعہ شروع کی گئی جب حضرت صاحبزادہ صاحب خانقاہ شریف میں ہوتے ہیں تو جمعہ خود پڑھاتے ہیں، ورنہ مولانا قاری مفتاح الاسلام پڑھاتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے دور میں مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ الحمدللہ! کئی سالوں سے دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق مدرسہ میں پڑھاتے جارہے ہیں۔ بانی خانقاہ کے زمانہ میں مہمان خانہ اور تسبیح خانہ تعمیر ہوا۔ حضرت ثانیؒ نے اسے توسیع دی، اب الحمدللہ! دومنزلہ ۸ کمروں پر مشتمل مہمان خانہ تکمیل کے مراحل طے کررہا ہے۔ مدرسہ سے ملحق ڈسپنسری کافی عرصہ سے کام کررہی ہے۔ اب ڈسپنسری کو ہسپتال کی حیثیت دی جارہی ہے۔

..........قادیانیوں کے ساتھ یہودی ہمدردی..........

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں جنرل اختر ملک قادیانی کی ''ربوائی سٹرٹیجی'' جب ناکام ہوگئی تو قادیانیت کے اصل عزائم کی شرمناک شکست کا دکھ اگر کسی قوم کو ہوا تو وہ ''یہودی'' قوم تھی۔ چنانچہ اسرائیل کی صیہونی حکومت نے نہ صرف یہ کہ اپنے ملک کی افواج میں چھ سو قادیانیوں کو شامل کرلیا، بلکہ ایک یہودی فوجی ماہر مسٹر ہرٹر نے ایک یہودی جریدے میں لکھا کہ: پاکستانیوں کے اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معاذ اللہ! خاتمہ کردیا جائے۔ ایک یہودی دانشور کی رائے:

''پاکستانی فوج اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے۔ یہی بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مضبوط کررکھے ہیں، لہٰذا یہودیوں کو چاہیے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے اندر سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا خاتمہ کردیں۔''

(ماہنامہ ''جیوش کرانیکل'' بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور، اشاعت ۲۲ مئی ۱۹۷۲ء)

یہودی قوم کے اس فوجی ماہر کے خیالات اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے، جب تک کہ اسرائیل کے سابق صدر مسٹر ڈیوڈ گوریان کی تقریر کا یہ اقتباس نہ پڑھ لیا جائے۔ مسٹر گوریان کہتے ہیں:

''پاکستان دراصل ہمارا نظریاتی چیلنج ہے۔ بین الاقوامی صیہونی تحریک کو کسی طرح بھی پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے اور نہ پاکستان کے خطرے سے غفلت کرنی چاہیے۔ پاکستان کا فکری سرمایہ (اسلام) اور جنگی قوت ہمارے لئے آگے چل کر سخت مصیبت کا باعث بن سکتا ہے، لہٰذا ہندوستان سے گہری دوستی ضروری ہے، بلکہ ہمیں اس تاریخی عناد ونفرت سے بین الاقوامی دائروں کے ذریعہ اور بڑی طاقتوں میں اپنے نفوذ سے کام لے کر ہندوستان کی مدد اور پاکستان پر بھرپور ضرب لگانے کا انتظام کرنا چاہیے۔ یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ اور خفیہ منصوبوں کے تحت انجام دینا چاہیے۔''

(روزنامہ ''یروشلم پوسٹ'' مطابق ۱۹ اگست ۱۹۶۷ء، بحوالہ نوائے وقت، لاہور، ۳ ستمبر ۱۹۷۲ء)

جناب عابد عسکری اس اجلاس کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اجلاس میں جو پالیسی وضع کی گئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو جنگوں کے ذریعہ مفتوح ومغلوب بنانا آسان کام نہیں ہے، اس لئے ان (مسلمانوں) کو سب سے پہلے تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے بے جان کردیا جائے۔ اس کے بعد اقتصادی وسیاسی لحاظ سے ان پر اس قدر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ خود بخود ''اسرائیل'' کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہوجائیں، اجلاس کے اختتام پر انہوں نے (یعنی یہود ونصاریٰ نے) ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ اعلان کیا کہ مسیحیت وموسویت کی بقاء کا راز ہی ''محمدیت'' کے خاتمے میں مضمر ہے۔'' (روزنامہ جنگ لاہور، ص:۴، ۱۹ فروری ۱۹۹۲ء، مضمون بعنوان ''مسلمانوں کے خلاف اسرائیل کی للکار'' از عابد عسکری)

۱۹۳۱ء اور ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ تک کشمیری مسلمانوں کے خلاف قادیانی سازشیں، وادی کشمیر پر قابض قادیانی حکومت کے قیام کا میرزا محمود کی طرف سے نام نہاد قادیانی استحقاق، اسرائیل کی افواج میں قادیانی سورماؤں کی شمولیت، ان تمام ناپاک سازشوں میں قادیانی ناکامیوں کے بعد یہودی اور عیسائی راہنماؤں کا ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ اعلان کہ یہود ونصاریٰ کی بقا کا راز معاذ اللہ محمدیت کے خاتمے میں مضمر ہے۔

..........سانحہ مشرقی پاکستان اور قادیانی سازش..........

۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی ۱۹۴۸ء کی طرح وادی کشمیر کو ٹھیٹھ قادیانی ریاست بنانے کے ربوائی منصوبے جل کر خاکستر ہوگئے تو اب عالمی استعمار کی گائیڈ لائن کے مطابق قادیانی تخریب کاری کا رخ مشرقی پاکستان کو برباد کرنے کی طرف متعین ہوگیا۔ آغا شورش کاشمیری رقم طراز ہیں کہ:

''ادھر ۱۹۶۵ء کے بعد برعظیم سے متعلق عالمی استعمار نے کانٹا بدلا۔ قادیانی امت کا اس کے ساتھ بدلنا ایسا ہی تھا جیسے انجن مڑتے ہی گاڑی مڑ جاتی ہے۔ اب پاکستان کو ملیامیٹ کرنے کی استعماری کوششوں میں سے ایک کوشش یہ تھی کہ: مشرقی پاکستان کو الگ کیا جائے۔ قادیانی عقلاء نے وہ سب کچھ کیا، جو اس کے لئے ضروری تھا۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کے لئے شکایات کو جنم دیا، پھر پروان چڑھایا۔ ایم ایم احمد قادیانی نے حکومت پاکستان کے فائنانس

سیکرٹری، مالی مشیر اور منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے بنگالیوں کو اتنا بے بس اور بے ضرر کر دیا کہ وہ علیحدگی کی تحریک میں ڈھل گئے۔ مشرقی پاکستان کے مصیبت زدگان کو سرکاری امداد سے محروم رکھا گیا اور اس کے مسئول ایم ایم احمد (میرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے.... للمؤلف) تھے۔ جب تک مشرقی پاکستان علیحدہ نہ ہو، قادیانیوں کے لئے پاکستان میں اقتدار کا سوال خارج از بحث تھا، کیونکہ اکثریت مشرقی پاکستان کی تھی، اور شیخ مجیب الرحمٰن، قادیانی امت کی ان حرکات کو بھانپ کر ان سے باخبر ہو گئے تھے۔ وہ ایم ایم احمد (قادیانی) کی حرکات پر پبلک میں بیان دے چکے اور ان کی فوری علیحدگی کے خواہاں تھے۔ اس بیان کے فوراً بعد چودھری ظفر اللہ خان ان سے ملنے ڈھاکا گئے۔ دوسرے یا تیسرے دن تخلیہ میں ملاقات ہوئی اور آخر وہی ہوا جو میرزائی امت کے ظفر اللہ خان یا ایم ایم احمد سے ٹکراؤ کا نتیجہ ہو سکتا تھا کہ ایم ایم احمد (قادیانی) کو علیحدہ کرنے سے پہلے مجیب الرحمٰن پاکستان سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گئے۔"

(تحریک ختم نبوت، ص:۲۰۷ تا ۲۰۸، شورش کاشمیری)

۱۹۷۰ء کے انتخاب کے بعد جب صدر یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کر دیا تو ائیر مارشل ریٹائرڈ نور خان نے یحییٰ خان اور اس کے قادیانی مشیر ایم-ایم-احمد کے بارے میں فرمایا:

"ایم ایم احمد قادیانی نے مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے دور کر دیا ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے التواء کا یہ فیصلہ الم انگیز ہے۔" (روزنامہ آزاد، ۳ مارچ ۷۱ء)

...............آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا...............

آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے اور ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کا اعلان کر دیا۔ ۲۸/اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر قومی اسمبلی کے رکن میجر محمد ایوب صاحب نے اس قرارداد کو اسمبلی میں پیش کیا، جو متفقہ طور پر بغیر کسی مخالفت کے پاس کر دی گئی۔ قرارداد کا متن حسب ذیل ہے:

قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں، آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کا متن:

"قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست (آزاد کشمیر) میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں، ان کی باقاعدہ "رجسٹریشن" کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کیا جائے۔ ریاست (آزاد کشمیر) میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع کی جائے۔"

(خاتم النبیین، ص:۱۱۲، از مصباح الدین صاحب)

آزاد کشمیر کی اسمبلی کے اس فیصلے پر اس وقت کے خلیفہ ربوہ سیخ پا ہو گئے۔ ان کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی، ایک مست سانڈ کی کیفیت کے عالم میں انہوں نے ایک کتابچہ شائع کیا۔ خلیفہ ناصر آنجہانی نے اپنے اس پمفلٹ میں کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی مسلمانوں کو بھی اپنی مخصوص گیدڑ بھبھکیوں سے نوازا کہ پاکستان اور کشمیری مسلمان سارے کے سارے گیدڑ ہیں اور قادیانی جماعت ایک ایسی شیر جماعت ہے جو ان سب کو کھا جائے گی۔ انگلینڈ کے بنے ہوئے اس پلاسٹک کے شیر کی گھن گرج ملاحظہ ہو:

مسلمان گیدڑ ہیں جو اپنی کھوہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ مسلمان لومڑی کے لبادے اور گیدڑ کے لباس میں چیختے اور چنگھاڑتے ہیں۔ میرزا ناصر قادیانی کا کوثر و تسنیم میں دھلا ہوا تبصرہ:

"لیکن جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کا تعلق ہے تم گیدڑ، اپنی کھوہ سے باہر نکل آئے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارے چیخنے اور چلانے سے جماعت احمدیہ کے (قادیانی) افراد ڈر جائیں گے۔ ہرگز نہیں ڈریں گے۔ تم (مسلمان) لومڑی کا لبادہ اوڑھ کر اور گیدڑ کا لباس پہن کر نکلتے ہو اور چیختے اور چنگھاڑتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم تم سے مرعوب ہو جائیں گے۔ ہمیں (یعنی قادیانیوں کو) تو خدا تعالیٰ نے شیر کی جرأت سے بڑھ کر جرأت عطا فرمائی ہے (نہ معلوم کون سے خدا نے عطا فرمائی ہے، رب قادیان تو ملکہ وکٹوریہ سے بھی ڈر جاتے تھے.... للمؤلف: ببطلین لکھنوی) جس قدر پیار تم کو اس دور کی زندگی سے اور عیش و عشرت سے ہے، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر پیار احمدی (قادیانی) کو موت کے ساتھ ہے...... اس قسم کے فساد کے نتیجہ میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ (یعنی قادیانی اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں.. للمؤلف)۔" (پمفلٹ بعنوان آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ، ص:۹ تا ۱۲، از مرزا ناصر)

ادھر۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء تک قادیانیوں نے متعدد کوششیں کیں کہ اولاً تو پورے پاکستان کو قادیانی ریاست بنالیا جائے اور اگر یہ نہ ہو تو کم از کم

(الف) کوئی علاقہ قادیانی اکثریت کا علاقہ ہو۔

(ب) پاکستان کا دستور قانون نظم و نسق اور سیکرٹریٹ قادیانیوں کے زیر اثر ہو۔

پہلے مقصد کے لئے قادیانیوں نے کیمونسٹوں سے اشتراک عمل کر کے مسلح بغاوت کا پلان بنایا، چنانچہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کو قتل کرنے کی سازش کی گئی، جس کے ہیرو کیمونسٹ قائد جنرل اکبر خان اور قادیانی جنرل تھے اور یہ دونوں فوجی عدالت میں مجرم قرار دیئے گئے اور انہیں جیل جانا پڑا۔

اس پنڈی ''سازش کیس'' میں ناکام ہونے کے بعد قادیانیوں نے ایک ''سہ طرفہ'' سیاسی سکیم پر عمل کی داغ بیل ڈالی۔ ایک جانب پاکستان کے جنوبی سرحدی صوبہ ''بلوچستان'' کو خالصتاً ''قادیانی صوبہ بنانے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا گیا، دوسری طرف ضلع گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کو اس طرح مرکز خاص بنایا گیا کہ اس علاقہ میں قادیانی اپنے اہم ادارے قائم کریں اور ان کی حدود کشمیر سے متصل ہوں۔ تیسری جانب سرگودھا ڈویژن کو'' قادیانی ڈویژن'' بنانے کی کوششوں پر توجہ مبذول کی گئی۔

پاکستان کی علیحدگی میں پاکستان کے نظریاتی دشمنوں نے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر منظم طریقے سے اپنا کردار ادا کیا۔ پاکستان کے نظریاتی دشمنوں میں جماعت احمدیہ سرفہرست ہے، جس کے مذموم کردار کو کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مشرقی پاکستان میں قادیانی جماعت اور اس کے مہروں نے غلط اقتصادی پالیسی اور ناقص منصوبہ بندی کے ذریعہ مشرقی پاکستان میں احساس محرومی پیدا کیا، جسے بعد میں ایکسپلائٹ کیا گیا، جس کے نتیجے میں بنگلہ دیش معرض وجود میں آیا۔

ایم ایم احمد قادیانی نے اپنے سامراجی آقاؤں کے طفیل منصوبہ بندی کمیشن میں ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے مشرقی پاکستان کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ بنگالی عوام معاشی بدحالی اور مہنگائی کے ہاتھوں بیزار ہو کر ہمارے دشمن ہوگئے۔ مشرقی پاکستان کی ہندو اور قادیانی لابی نے بنگالیوں کو اُکسانے اور ابھارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کی حیثیت سے ایم ایم احمد سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا۔ ایم ایم احمد قادیانی نے من مانی کی پالیسی اختیار کی اور مشرقی پاکستان کے سیلاب زدگان ومصیبت زدگان کو سرکاری امداد سے محروم رکھ کر حکومت اور مغربی پاکستان کے عوام کو معتوب کیا۔ دفاعی لحاظ سے مشرقی پاکستان کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہ کی، بلکہ ہمارے مشرقی بازو کو دفاعی طور پر اپاہج بنادیا۔ مشرقی پاکستان بحریہ کے لئے جدید اسلحہ، آبدوزیں اور دوسرا متعلقہ سامان خریدنے سے ارادتاً گریز کیا گیا، حالانکہ ان کی خریداری کے لئے رقم مخصوص کرائی گئی تھی۔ مشرقی پاکستان سمیت مغربی پاکستان کے مختلف یونٹوں میں منافرت اور بداعتمادی پیدا کر کے ون یونٹ کو ناکام بنایا گیا۔

قادیانی جماعت کی لابی اور حکومت میں اقتصادی شعبہ کے سربراہ ایم ایم احمد قادیانی نے شروع سے ہی یہ پراپیگنڈہ جاری رکھا کہ مشرقی پاکستان ہمارے لئے بوجھ ہے اور اس کی علیحدگی ہماری ترقی کا ذریعہ ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں:

''۲۰ر مارچ ۱۹۷۱ء کو آرام باغ کے جلسہ میں میں نے اعلان کیا تھا کہ اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے۔ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی تیاریاں ہورہی ہیں اور ایم ایم احمد قادیانی باقاعدہ یہ کہتے ہیں کہ مشرقی پاکستان ہمارے لئے بوجھ ہے۔ اس کا علیحدہ ہونا ہی ہمارے لئے ترقی کا ذریعہ ہوگا، ورنہ ہم اسی طرح تباہ ہوجائیں گے۔ (ماہنامہ تنظیم اہل سنت، اگست ۱۹۷۲ء)

امریکہ پاکستان کو اقتصادی اور فوجی امداد دینے کے پیش نظر اسے اپنا طفیلی ملک سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر حکومت میں اس کا مہرہ امریکہ کے مفادات کے لئے سرگرم عمل دیکھا گیا ہے۔ ایم ایم احمد بلاشبہ امریکی سامراج کا پٹھو اور مہرہ تھا۔ اس لیے اس کو منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے تعینات کیا گیا، حالانکہ اہلیت اور کارکردگی کے لحاظ سے مسٹر ایم ایم احمد قادیانی کی خدمات نہ ہونے کے برابر تھیں۔

مسٹر ایم ایم احمد قادیانی کا کردار ڈھکا چھپا نہ تھا، وہ امریکی حکومت کی ہدایات اور جماعت احمدیہ کے سربراہ کے حکم پر جو کچھ کرتا رہا، وہ سبھی کچھ شیخ مجیب الرحمٰن کے علم میں تھا۔ اسی بنا پر شیخ مجیب الرحمٰن نے کھلے بندوں ایم ایم احمد کو اس بڑی ذمہ داری سے الگ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے

موقع پر مشرقی پاکستان کی اکثر جماعتوں کے رہنماؤں نے مسٹر ایم ایم احمد قادیانی کو ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کے عہدے سے علیحدہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا، کیونکہ مشرقی پاکستان میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پایا جاتا تھا۔

ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں مرزا قادیانی کا الہام: سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے سابق وزیر خارجہ اور سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف خبث باطن اور تنگ نظری کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

’’کہ بھٹو کا باون سال کی عمر میں مرنا مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) کی صداقت کی دلیل ہے، کیونکہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ باون سال کی عمر میں ایک کتا مرے گا۔‘‘ (ہفت روزہ ختم نبوت، کراچی ۲۶ جون تا ۲ جولائی ۱۹۸۷ء)

اسے ظفر اللہ خان کی پیشہ وارانہ رقابت سمجھئے یا بھٹو دشمنی، کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دیئے جانے کے بعد قادیانیوں نے بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مجموعہ الہامات ’’تذکرہ‘‘ کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی کہ مرزا صاحب کا یہ الہام مسٹر بھٹو کے بارے میں تھا:

’’ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ ’’کلب یموت علی کلب ‘‘یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا، جو باون سال پر دلالت کر رہے ہیں، یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی، جب باون کے اندر قدم دھرے گا، تب اسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقا ہوگا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص:۱۸۷، مجموعہ الہامات، تذکرہ ص:۱۸۶، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، الناشر، الشرکۃ اسلامیہ لیمیٹڈ)

مسلمانوں کے بارہ میں قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد کے غم و غصہ اور ان کے خلاف اپنے آقاؤں کو چڑھائی کرنے کی دعوت بھی ملاحظہ فرمائیں:

مرزا طاہر ۱۹۹۱ء

’’جب تک مسلمان طاقتیں ایک کے بعد دوسری تباہ و برباد نہ ہو جائیں اس وقت تک یہ صدر بش کے امن کا خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کس کی باری ہے؟ یہ نہیں میں کہہ سکتا کہ پاکستان کی ہے یا شام کی ہے؟ پاکستان بھی نیوکلیئر طاقت بننے کے خواب دیکھ رہا ہے، بن چکا ہے یا نہیں؟ یہ ایک متنازع فیہ مسئلہ ہے، لیکن پاکستان کو تباہ کروانے کے لئے کئی ذرائع موجود ہیں، کشمیر کا مسئلہ ہے، سکھوں کا مسئلہ ہے، ہندوستان کو انگیخت کیا جا سکتا ہے، چھوٹ دی جا سکتی ہے، دفاعی و اقتصادی امداد روک کر اس طرح بے کار و نہتا کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی طاقت کے جواب کی پاکستان میں طاقت نہ رہے، کئی قسم کے منصوبے ہو سکتے ہیں، لیکن خطرہ ضرور ہے۔‘‘

یہ تقریر آج بھی یوٹیوب پر موجود ہے۔ اور آج تمام عرب اور مسلمانوں کے خلاف کشت و خون، قتل و غارت، اقتصادی ناکہ بندی اور مغرب کا تسلط مرزا طاہر احمد قادیانی کی ان باتوں پر عمل درآمد ہی نظر آتا ہے۔

آیئے! ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ پاکستان کے آئین کے بارہ میں قادیانیوں کے کیا خیالات ہیں؟ اس کے لئے قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد کا یہ ایک کلپ سن لیں، کلپ بھی جو یوٹیوب پر موجود ہے، وہ کہتا ہے:

’’اگر یہ آئین جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، یہ اسی طرح رہنے دیا گیا اور کوئی اور تبدیلی کا دور ایسا نہ آیا کہ اس آئین کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دے تو یہ آئین ملک کو برباد کرے گا اور اگر یہ آئین توڑا گیا تو بہتر ہے، ورنہ یہ آئین ملک کو توڑ دے گا۔ اس لئے آخری خیر سگالی اور بھلائی ملک کی ہے، یہ بات ایسی ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ آئین رہے گا، ورنہ اس آئین کو ملک توڑنے کی کھلی چھوٹ دے دی جائے گی۔ یہ کیسے اور کب ہوگا؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔ میرا یہ اندازہ تھا کہ شاید ابھی ارباب حل و عقد کو اتنی ہوش آ چکی ہو کہ وہ دیکھ لیں کہ یہ ملک کے کسی کام نہیں آ سکتا۔ یہ ردی کا پرزہ ہے جسے پھاڑ کر پھینک دینا چاہیے۔ اور اس آئین کے ساتھ ظلم کا پھاڑا جانا بھی ضروری تھا، جو جماعت احمدیہ سے وابستہ ہے، اس آئین میں جتنی دفعہ بھی تبدیلی کی کوشش ہوئی ہے، ہر تبدیلی کے وقت انصاف کے تقاضے کو بھلا دیا گیا۔ بنیادی طور پر یہ نہ وہ آئین ہے جس کو قائد اعظم چاہتے تھے اور نہ وہ آئین ہے جو انصاف اور تقویٰ کا تقاضا چاہتا ہے اور خصوصاً اس آئین میں بار بار جماعت احمدیہ کے حقوق کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ وجہ ہے جو میں یقین سے کہتا ہوں، اگر جماعتی حقوق کو اسی طرح

نظر انداز کرتا رہا یہ قانون اور اس میں مناسب تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو پھر یہ قانون خود اس ملک کو چاٹ جائے گا، جس ملک میں ہمارے حقوق چاٹے ہوں۔ اس میں کسی انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں، کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس ملک کے قانون بنانے والوں کا خواب آئندہ اس میں امتحان ہے کہ وہ کوئی ناجائز غیر منصفانہ قانون کو ملک میں ٹھونسے رکھیں گے یا اسے تبدیل کریں گے۔''

جناب من! یہ ہیں قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر کے وہ غلیظ عزائم جن کو پورا کرنا ان کی جماعت کا ہر فرد اپنے لئے مذہبی فریضہ سمجھتا ہے اور اسی تگ ودو میں لگا ہوا ہے۔

قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد قادیانی نے ۲۰۱۳ء میں پاکستان تحریک انصاف برطانیہ آفس کی سربراہ نادیہ چوہدری کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا اظہار خیال کیا، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

پاکستان تحریک انصاف کی نادیہ چوہدری سے مرزا مسرور کی گفتگو ۲۰۱۳ء:

''نادیہ رمضان چوہدری: السلام علیکم! میرا نام نادیہ رمضان چوہدری ہے، اینڈ پاکستان تحریک انصاف اینڈ عمران خان سیکرٹریٹ کے ساتھ کام کرتی ہوں تو میرا سوال یہ ہے کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ جو آنے والے الیکشن ہیں پاکستان میں، میں سمجھتی ہوں کہ جو آپ کی کمیونٹی کی ویلوز ہیں، انصاف، اکیالوٹی اور فریڈم، یہ چیزیں، بہت زیادہ ویلیٹ کرتی ہیں اس تحریک کے ساتھ، تو آپ کسے ووٹ دیں اور ایڈوائز کسے کریں گے؟

مرزا مسرور: پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ تحریک انصاف کی ہیں، چند دن پہلے عمران خان صاحب نے بیان دیا ہوا تھا کہ نواز شریف اور پیپلز پارٹی نے باریاں مقرر کی ہوئی ہیں، ایک بار یہ آئے گا، پھر دوسرا آئے گا، آپ کے اخبار میں چھپا تھا، یہ تو حال ہے سیاست کا، آپ کے لیڈر کے بقول۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کسے ووٹ دیں گے؟ اگر ہمارا ووٹ ہو تو ہم ہر اس کو دیں گے جو ملک کا خیر خواہ اور انصاف پسند ہے، اب آپ یہ سوال کریں گی کہ تمہارا ووٹ کیوں نہیں ہے؟ ہمارا ووٹ اس لئے نہیں ہے کہ آپ کی الیکٹورل لسٹ میں آپ نے تقسیم کر دی ہے کہ یہ مسلم اور یہ نان مسلم اور اس میں بھی باقی نان مسلمز اکٹھے آجاتے ہیں، احمدیوں کو بالکل ہی علیحدہ کر دیا ہے، اس میں ہے کہ احمدی نان مسلم لکھیں، اور پھر ووٹ دیں۔ جب ہم کہتے ہیں: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو ہم کیوں لکھیں؟ اس لئے ہم ووٹنگ میں حصہ نہیں لیتے۔ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو اس کے بعد ہم کیوں ڈکلیئر کریں اپنے آپ کو کہ ہم غیر مسلم ہیں؟ آپ کا ۱۹۷۴ء کا قانون ہے کہ احمدی ناٹ مسلمز ہیں، نان مسلم نہیں، ناٹ مسلمز۔

اور جب آپ کی تحریک انصاف بنی ہے، اس وقت میں پاکستان میں تھا اور آپ نے پوچھا ہے تو میں بتا دیتا ہوں ساروں کے سامنے ہی، میں وہاں جماعت احمدیہ کا ناظر اعلیٰ تھا، اس وقت عمران خان صاحب نے ایک صاحب کو بھیجا میرے پاس کہ ہم نئی پارٹی بنا رہے ہیں، آپ ہمیں الیکشن میں ووٹ دیں۔ ہم نے کہا: ٹھیک ہے، آپ بڑے انصاف پسند ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے اور جہاں تک ووٹ کا سوال ہے تو ہمارے پاس ووٹ ہے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! آپ دیں تو آئندہ ہم اسمبلی میں جائیں گے تو پھر آپ کا حق دلائیں گے۔ میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی کو اتنی جرأت ہی نہیں ہے مولوی کے خوف سے کہ اس قانون کو واپس کرائے۔ اب ری ڈیل نہیں کر سکتے جو قانون بنا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ پہلے آپ اسمبلی میں آئیں، آپ کی آواز ہم سنیں گے، دیکھیں گے کہ کچھ ہے بھی؟ تب تو ہم ووٹ دیں گے۔ ہم نے تجربہ کرنا ہے سیاست دانوں کا، ہمیں کیا پتہ؟ بھٹو صاحب کو ہم نے ووٹ دیا تھا، انہوں نے ہمیں غیر مسلم بنا دیا۔ کس پارٹی کا مینی فیسٹو یہ ہے کہ پاکستانی شہری حیثیت سے تقسیم ہونی چاہیے۔ کس پارٹی کا ہے؟ جب آپ بھی پاور میں آئیں گی تو ہم دیکھیں گے، جب آپ نے انصاف کیا تو ہم اگلا ووٹ آپ کو دے دیں گے۔''

بہرحال یہ حقائق، دلائل اور مشاہدات اسی بات کا واضح ثبوت ہیں کہ قادیانیت کی ایک سیاسی تحریک ہے، اس کا مطمح نظر صرف اور صرف مسلمانوں پر تسلط اور غلبہ ہے، تاکہ اپنے ناپاک عزائم اور ارادوں کو عملی جامہ پہنایا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر پاکستان کے خلاف شورش برپا کر کے اس کو بیرونی دنیا سے کاٹ دیا جائے اور اس کی سالمیت، استحکام، اور اقتصادیات کو داؤ پر لگا دیا جائے۔ یہ ہیں ان کے وہ مذموم عزائم جن کا اظہار اور جس کے لئے ہر سطح پر یہ کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ولا فعل اللہ ذلک۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

دعا کی ایک کیفیت ابتہال

مولانا عبداللہ عباس ندوی

ابتہال، دعا کی کیفیت کا نام ہے‘ جس کو اردو میں آپ گڑگڑانے سے تعبیر کر سکتے ہیں‘ لرزنا اور گڑگڑانا‘ سجدہ ریز ہونا اور دعائیں کرنا اور ہر مہم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطاؤ بخشش کا سہارا طلب کرنا اسوۂ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح ہے‘ اس لفظ کے ساتھ دوسرے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں‘ جیسے ”اخبات“ اور ”تضرع“ انسائیکلو پیڈیا نے پہلے ان الفاظ پر لغوی بحث کی ہے کہ یہ لفظ اصل میں کیا تھا اور کہاں سے یہ معنی پیدا ہوئے اور ان کا صحیح مفہوم کیا ہے‘ جہاں تک صحیح مفہوم کا تعلق ہے وہ ہمیں بھی مطلوب ہے اور ہمارے قارئین کو بھی اس سے فائدہ متوقع ہے‘ اب رہی لغوی بحث تو ”تضرع“ ضرع سے نکلا ہے اور ضرع کے معنی تھن کے ہیں۔ بکری‘ گائے‘ اونٹنی‘ جس کا بھی ہو‘ ان جانوروں کے شیر خوار جب ماں کے تھن سے اپنا منہ لگاتے ہیں تو سر زمین پر رکھ کر یا سر کو گرا کر تھن سے لگ جاتے ہیں‘ تضرع اسی کیفیت کا نام ہے اور بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے حقیر‘ بے دست و پا اور سراپا محتاج سمجھتا ہے‘ لہٰذا اس کی لفظی تحقیقات جو انسائیکلو پیڈیا کی کتابوں کے لئے موزوں ہے‘ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو سمجھنے کی کوشش کرنے والوں کے لئے چنداں ضرورت نہیں‘ ہم کو مضامین سیرت کے سلسلہ میں ان کا ایک وہ مفہوم جو عام اور سب کے نزدیک قابل تسلیم ہے‘ بیان کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نجران کے نصرانی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے۔ یہ چودہ نفر تھے‘ جو وہاں کے اشراف شمار ہوتے تھے اور انہی میں ان کا سردار تھا جو ان کا ترجمان اور وفد کا سربراہ تھا اور دوسرے اس کا نائب جس کو عاقب کہا جاتا ہے حاضر تھا اور وہ بھی صائب رائے سمجھا جاتا تھا‘ ان دونوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ‘ ان دونوں نے کہا کہ ہم اسلام لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسلام لے آئے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں جھوٹے ہو‘ تمہارے اندر تین باتیں ایسی ہیں جو تم کو اسلام سے روک رہی ہیں‘ ایک تو صلیب کی عبادت‘ اور دوسرے تمہارا سور کھانا‘ اور تیسرے کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے‘ اور اللہ نے قرآن میں کہا ہے:

”بے شک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدم علیہ السلام کے ہے کہ ان کے (قالب) کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو پس وہ (جاندار) ہو گئے۔“

جب یہ آیت ان کے سامنے پڑھی گئی تو کہنے لگے کہ ہمیں پتہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

”پس جو شخص آپ سے عیسیٰ کے باب میں (اب بھی) حجت کرے‘ آپ کے پاس علم (قطعی) آئے پیچھے۔“

فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم سے حجت کرے‘ جب کہ قرآن میں آیت نازل ہو چکی ہے‘ اس سے کہو:

”تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور پھر خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اور اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں۔“

لفظ ”نبتہل“ کا استعمال قرآن میں دکھلانا تھا کہ اس کے معنی پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حقانیت کا اعتراف کرتے ہوئے اور اس کے عدل پر ایمان رکھتے ہوئے‘ اس کے آگے ہاتھ پھیلانا اور گڑگڑانا۔

اسی لفظ کے ہم معنی ”تضرع“ کا لفظ بھی ہے‘

جس کی ابھی ہم نے علمائے لغت کی تشریحات کو نقل کیا ہے اس کے اصل معنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے آگے پوری یکسوئی کے ساتھ اور دل جمعی کے ساتھ پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ دعا کرنا اور مانگنا اور اس لفظ کا استعمال اور احادیث سے اس کی تطبیق ہم مسلمانوں کے لئے ایک اعلیٰ ترین اسوہ ہے۔ حسب ذیل احادیث اس سلسلہ میں بیان کی جاتی ہیں:

۱:...... ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ ہوتے ہوئے جب منیٰ پہنچے تو تین دن تین رات قیام فرمایا جن کو ایام تشریق کہا جاتا ہے زوال کے بعد آپ رمی جمار فرماتے اور ہر جمرہ پر اللہ اکبر کہہ کر کنکر پھینکتے اور دوسرے جمرات پر پہنچ کر دیر تک قیام فرماتے اور گڑگڑا کر دعا کرتے اور اسی کو ''تضرع'' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

۲:...... عید کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خاکساری بے نفسی اور تواضع کے ساتھ نکلتے اور راستے بھر دعا فرماتے (وہ دعا جو تضرع کہلاتی ہے یعنی انتہائی الحاح کے ساتھ)۔ (الی آخر الحدیث)

۳:...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی تضرع کے ساتھ نمازوں میں دعا کرتے تھے:

''اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور زندگی اور موت کے جو فتنے ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

۴:...... بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس دعا کا اوپر ذکر کیا گیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اسی طرح درج ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب بدر کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا ان کی تعداد تین سو یا اس سے زیادہ تھی اور مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار سے زیادہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہوگئے اور اپنا ہاتھ اٹھایا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر چادر اور تہبند تھی پھر کہا: اے اللہ! اب وقت آگیا ہے جو تو نے وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا کر اے اللہ! دین اسلام کا یہ چھوٹا سا گروہ ہلاک ہوگیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی۔ (پہلے جو حدیث نقل کی گئی تھی اس میں ''العصابۃ'' کی جگہ ''الفئۃ'' تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے اسی طرح فریاد کرتے رہے روتے رہے اور گڑگڑاتے رہے اور دعا کی وہ کیفیت آپ پر طاری ہوئی کہ آپ کے شانہ مبارک سے چادر گرگئی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کی چادر اٹھا کر دوبارہ اڑھایا اور پیچھے کی جانب چپک گئے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! اللہ سے آپ کی فریاد کافی ہوچکی وہ یقیناً اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور یہ آیت اسی موقع کی یاد دلاتی ہے:

''(اس وقت کو یاد کرو) جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے۔''

ابتہال کی یہ کیفیت تمام احادیث کی کتابوں میں نیز ''زاد المعاد'' میں تفصیل سے ذکر کی گئی ہے۔

۵:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے نزدیک سے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی جیسی آواز سنی جاتی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آرہی تھی تو ہم وہاں کچھ دیر کے لئے کھڑے ہوگئے جب آپ کے چہرۂ مبارک سے وہ اثرات ختم ہوئے تو ہم لوگوں نے دیکھا کہ آپ قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر انتہائی تضرع کے ساتھ یہ دعا کررہے تھے:

''اے اللہ! اپنے فضل کا مجھ پر اضافہ فرما کمی نہ فرما ہمیں عزت دے رسوا نہ کر ہمیں عطا فرما محروم نہ رکھ ہمیں ترجیح دے ہمارے اوپر کسی کو غالب نہ کر اے اللہ! اپنی عطاء وبخشش سے ہمیں راضی رکھ اور ہم سے راضی رہ۔''

۶:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی افتاد پڑتی یا کسی مشکل میں پڑ جاتے تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرماتے: ''سبحان اللّٰہ العظیم'' اور جب دعا میں کاوش جگری سے منہمک ہوتے تو فرماتے یاحی یا قیوم۔

۷:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کسی سخت کام میں اور بے چارگی اور مایوسی کے حالات دیکھتے تو فرماتے:

''لا الٰہ الا اللّٰہ العلیم الحکیم لا الٰہ الا اللّٰہ رب العرش العظیم لا الٰہ الا اللّٰہ رب السمٰوٰت ورب العرش الکریم۔''

☆☆..........☆☆

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت: [illegible] محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام "معتمد اور غیر معتمد تفاسیر" رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ "ختم نبوت" میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۳۸) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

امین اصلاحی کی یہ بات اور نظریہ اس آیت کی وجہ سے بھی غلط ہے جو سورۃ احزاب کی آیت ۸ میں مذکور ہے، آیت اس طرح ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ﴾ الخ (احزاب آیت:۸) اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا قرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور عیسٰی سے جو بیٹا مریم کا اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا قرار۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں یعنی یہ قول وقرار کہ ایک دوسرے کی تائید وتصدیق کرے گا اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیق اٹھا نہ رکھے گا۔ (تفسیر عثمانی: ۵۵۷)

مفسرین کی ان تفصیلات کے بعد اصلاحی صاحب کے قول کو ہم شاذ ہی کہیں گے جو کسی شاذ مأخذ سے لیا ہوگا اللہ تعالیٰ اہل حق کے عظیم قافلہ سے جوڑے رکھے اور شاذ اقوال اپنانے سے ہماری حفاظت فرمائے آمین یارب العالمین وصلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اظہار حقیقت

امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن کے قابل گرفت مقامات سے متعلق میں نے اختصار کے ساتھ ۲۱ اشکالات اور اس پر تبصرہ پیش کیا ہے یہ ان کی تفسیر کی پہلی جلد ہے جو آٹھ سو چھتیس لمبے لمبے صفحات پر مشتمل ہے ان کی پوری تفسیر نو جلدوں میں ہے جو تقریباً چھ ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہوگی اس پوری تفسیر میں اصلاحی صاحب نے صرف سترہ احادیث کا ذکر کیا ہے جیسا کہ کل مجھے ایک واقفِ حال عالم دین نے یہ بات بتائی ہے میرے خیال میں اس پہلی جلد میں سند کے ساتھ ایک حدیث بھی اصلاحی صاحب نے ذکر نہیں کی ہے ہاں بلا سند شاید آٹھ دس ٹکڑے ذکر کیے ہونگے تو جو شخص قرآن عظیم سے احادیث کو اتنا دور رکھتا ہو وہ وہی غلطیاں کرے گا جو اصلاحی صاحب نے کی ہیں، میں نے ایک جلد کی ۲۱ غلطیاں پیش کی ہیں باقی جلدوں کی غلطیوں پر گرفت کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں انتہائی مصروف ہوں پہلی جلد کی غلطیوں سے ہر سامع کو اندازہ ہو جائے گا کہ جب ابتداء اس طرح ہے تو انتہاء کیا ہوگی۔ مجھے مفتی محمد سعید خان صاحب ندوی نے دو دفعہ بتایا کہ میں نے اصلاحی صاحب کو دیکھا تھا جو کہہ رہا تھا کہ اگر مجھے ابن شہاب زہری مل جائے تو میں اس کو ذبح کر کے کباب بنادوں گا۔ یاد رہے ابن شہاب زہری حدیث کا امام ہے اور احادیث کو جمع کرنے والے وہ شیخ الحدیث ہیں جن کو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سب سے پہلے احادیث پر مامور کیا تھا۔ میں نے اس سے پہلے حمیدالدین فراہی کی تفسیر نظام القرآن کی غلطیوں کو ایک حد تک ذکر کیا ہے بس اصلاحی صاحب کی باقی تفسیر کی غلطیاں اسی پر قیاس کریں کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے اندھے ہو کر دوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر رکھے اور اس پر استقامت عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

(جاری ہے)

فرما گئے یہ ہادی — تاجدارِ ختمِ نبوۃ زندہ باد — لا نبی بعدی

بمقام
مسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ 25 26 اکتوبر 2018
بروز جمعرات جمعۃ المبارک

37 ویں 2 روزہ سالانہ عظیم الشان

ختمِ نبوۃ کانفرنس

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
مخدوم العلماء عظیم مذہبی اسکالر

پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی

صاحبزادہ پیر طریقت مخدوم العلماء
حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب
ولی ابن ولی

عنوانات

- توحید باری تعالیٰ
- عقیدہ ختمِ نبوت
- سیرت خاتم الانبیاء
- اور ظہور امام مہدی
- حیاتِ سیدنا عیسیٰ
- عظمت صحابہ و اہلبیت
- اتحادِ امتِ محمدیہ
- پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفظ

جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام مشائخ عظام، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ چناب نگر ضلع چنیوٹ

ملتان 061-4783486
چناب نگر 047-6212611

0300-6411525